قرآن کریم اور سنّت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بینات

جلد: ۸۲ شمارہ: ۸
شعبان المعظم: ۱۴۴۰ھ - مئی: ۲۰۱۹ء
قیمت فی شمارہ: ۳۵ روپے ، زرِ سالانہ: ۴۰۰ روپے

مدیر / مدیر مسئول
مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر

نائب مدیر
مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

مدیر معاون
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

ناظم
مولانا فضل حق یوسفی

خط وکتابت اور ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ ''بینات'' جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن
کراچی، پوسٹ کوڈ: 74800، پوسٹ بکس نمبر: 3465
فون دفتر ''بینات'': 021-34927233

اکاؤنٹ نمبر

اکاؤنٹ نمبر: 0101900-397-7 برانچ کوڈ: 00816
مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک

ریاست ہائے متحدہ امریکہ، جنوبی افریقہ، تھائی لینڈ، ناروے، ویسٹ
انڈیز وغیرہ: 35 امریکی ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، مسقط، بحرین، عمان، ایران، انڈیا
وغیرہ: 27 امریکی ڈالر
بنگلہ دیش: 25 امریکی ڈالر

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

فون: 34913570 - 34123366 - 34121152 **Ext.** 146 - 147
فیکس: +92-21-34919531

Web: www.banuri.edu.pk ***Email***: bayyinat@banuri.edu.pk

ناشر: مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر **مطبع:** ایجوکیشنل پریس **طابع:** فیروز زکی

فہرستِ مضامین

بصائر وعبر

ظالم اور مظلوم میں فرق کیا جائے!!	۳	
حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب پر حملہ کی مذمت	۸	محمد اعجاز مصطفیٰ
آزادیٔ نسواں کی خود فریبی!	۹	

مقالات ومضامین

ماہِ رمضان اور اُس کی برکات وفضائل	۱۲	محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ
سلسلۂ مکاتیب حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ	۱۴	انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری
فقہ اور اصولِ فقہ کی تدریس! (قسط:۲)	۱۷	مفتی رفیق احمد بالاکوٹی
شرعی عائلی احکام کی دفعہ بندی: متن قانونِ ثبوتِ نسب (قسط:۲)	۲۶	مفتی شعیب عالم
حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ... استنباطی نظر اور تین کا عدد	۳۵	مولانا فخر الاسلام المدنی
''بینات'' کے ایک بزرگ قاری کا فکر انگیز مکتوب	۴۴	ادارہ
شبِ براءت کے فضائل اور اس رات کی بدعات ورسومات	۴۸	مفتی محمد راشد ڈسکوی
خوانِ بنوریؒ سے مولانا اورکزئیؒ کی خوشہ چینی (قسط:۴)	۵۳	مرسلہ: مولانا محمد طفیل کوہاٹی

دار الافتاء

منافذِ معتادہ (کان، ناک، آنکھ وغیرہ) میں دوا ڈالنے اور انجکشن لگانے سے روزے کا حکم!	۵۷	ادارہ

نقد ونظر

	۶۱	ادارہ

ظالم اور مظلوم میں فرق کیا جائے!!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علٰی عبادہٖ الذین اصطفٰی

اسلام امن اور سلامتی کا مذہب ہے، جو اپنے ماننے والوں کو صلح وآشتی اور سلامتی وعافیت کا درس اور سبق دیتا ہے اور یہ درس صرف انسانیت کے لیے ہی نہیں، بلکہ جانوروں، پرندوں، حتیٰ کہ کیڑوں اور مکوڑوں کے لیے بھی ہے۔ اسلام صرف حالتِ جنگ میں ہتھیار اُٹھانے کی اجازت دیتا ہے، اور اس میں بھی یہ تلقین کرتا ہے کہ یہ ہتھیار صرف اس کے خلاف استعمال ہو جو تمہارا محارب اور مقابل ہے۔ جو شخص گھر میں بیٹھا ہے اور تمہارے خلاف نہیں لڑ رہا تو اس سے کسی قسم کا تعرض نہیں کرنا۔ بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو کچھ نہیں کہنا۔ جو اپنے عبادت خانے میں عبادت میں لگا ہوا ہے، اس کو بھی نشانہ پر نہیں لینا۔ اسی طرح جو غیر مسلم اجازت لے کر مسلمان ملک میں آیا ہوا ہے، اُس کی جان، مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر لازم ہے۔ اسلام تو اپنے ماننے والوں کو یہاں تک تلقین کرتا ہے کہ ہتھیار تو دور کی بات ہے، حقیقی اور کامل مسلمان ہی وہ ہے جو دوسرے مسلمانوں کے خلاف اپنی زبان اور ہاتھ کو محفوظ رکھے۔ آج کوئی مذہب، کوئی معاشرہ اور کسی قوم کی تہذیب اس کی مثال پیش نہیں کرسکتی۔

یہ اسلام کی ہدایات اور تعلیمات ہیں جن پر آج کا مسلمان بھی اسی طرح عمل پیرا ہے، جس طرح اُس کے اسلاف اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عمل پیرا تھے۔ لیکن کیا کیا جائے کہ آج یہودی اور عیسائی ایک ہو چکے ہیں۔ یہودی' عیسائیوں کو یہ باور اور اُن کے ذہنوں میں یہ بات

بٹھا چکے ہیں کہ جب تک تم ہماری بات نہیں مانو گے، اس وقت تک تم دنیا پر اپنا تسلُّط اور غلبہ اور مسلمانوں کے خلاف کامیابی حاصل نہیں کرسکتے۔ وہ انہیں کہہ چکے ہیں کہ تمہارے اس نیو ورلڈ آرڈر کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ تم مسلمانوں کے خلاف ہر جگہ، ہر اعتبار اور ہر چیز سے جارحیت کا ارتکاب کرو، اس لیے گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے ورلڈ سینٹر کی تباہی کے ڈرامہ کے بعد اس وقت کے امریکی صدر جارج بش نے اپنی تقریر میں کروسیڈ (صلیبی جنگ) کا لفظ استعمال کیا، اس وقت سے آج تک مغربی دنیا اور اس کے پالتو لوگ اسی فلسفہ اور نظریہ پر عمل کرتے ہوئے عالم دنیا میں مسلمان ممالک، ان کے سربراہان، علمائے کرام، قدآور دینی اور مذہبی شخصیات اور عام دین دار مسلمانوں کو نشانہ پر رکھے ہوئے ہیں۔ افغانستان، عراق، لیبیا، شام، اُردن، برما، یمن، فلسطین، کشمیر اور پاکستان وغیرہ سب اس کی واضح مثالیں ہیں۔

نوبت بایں جارسید کہ اب ٹرمپ کے مداح، اسلام دشمنی میں سرتاپا شرابور، اصلی حقیقی دہشت گرد، صلیبی فوجی وردی میں ملبوس ''بریٹن ٹارنٹ'' نامی درندہ صفت شخص نے ۱۵ مارچ ۲۰۱۹ء کو نیوزی لینڈ کے تیسرے بڑے شہر کرائسٹ چرچ کی دو مساجد: مسجد النور اور مسجد لین روڈ میں نمازِ جمعہ کے لیے موجود ۵۰ سے زائد مسلمانوں کو شہید اور ۴۵ کو زخمی کرکے بش کے فرمان کی تصدیق کردی۔ اس لیے کہ وہ جس گن سے ان نہتے مسلمانوں پر بارود کی آگ برسا رہا تھا، اس پر صلیبی نعرے، صلیبی جنگجوؤں کے نام اور علامات درج تھیں، خاص طور پر ان جنگوں کے نام جن میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ یہ واقعہ دنیائے انسانیت کے چہرہ پر ایک بدنما داغ ہے، کیونکہ دنیا میں دہشت گردی کے متعدد اور مختلف نوعیت کے واقعات رونما ہوتے رہے ہیں، لیکن جس تعصب، نفرت اور سفاکیت کا مظاہرہ اس شخص نے کیا، تاریخ میں قریب قریب اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

طریقۂ واردات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ محض ایک شخص کی کارروائی نہیں تھی، بلکہ اس منصوبے میں کئی لوگ شریک تھے، جن میں سے صرف چار افراد کی گرفتاری کی خبریں تو منظر عام پر لائی گئی ہیں، باقی اس کے پیچھے کتنے لوگ، کونسی جماعت، یا کونسا ملک پشت پناہ ہے، اس کو ابھی تک منظر عام پر نہیں لایا گیا۔ بہت سے ممالک نے اس کو بدترین دہشت گردی قرار دیا ہے، لیکن صدر ٹرمپ نے نہ تو اس کو دہشت گردی قرار دیا ہے اور نہ ہی مسلمانوں سے اظہارِ ہمدردی کا کوئی کلمۂ خیر کہا ہے۔ اخبارات میں ہے کہ صدر ٹرمپ نے نیوزی لینڈ کی وزیراعظم کو ٹیلیفون کیا اور پوچھا کہ امریکہ آپ کی کیا مدد کرسکتا ہے؟ اس پر نیوزی لینڈ کی وزیراعظم نے اُسے مشورہ دیا کہ ''امریکہ تمام مسلم کمیونٹی سے محبت اور ہمدردی کا اظہار کرے۔'' اس کے باوجود صدر ٹرمپ نے نہ تو جھوٹے منہ اس واقعہ کو دہشت گردی کہا، نہ مسلمانوں سے

اظہارِ ہمدردی کیا، بلکہ اس کے دس گھنٹے بعد اس نے گول مول الفاظ میں صرف قتلِ عام کی مذمت کی۔
یاد رہے کہ نیوزی لینڈ میں ۲۰۱۳ء کی مردم شماری کے مطابق مسلمانوں کی تعداد ۴۶۰۰۰ بتائی جاتی ہے۔ فائرنگ کے وقت ۱۵ ممالک کے مسلمان جن میں پاکستان، سعودی عرب، ترکی، مصر، اُردن، انڈونیشیا اور ملائیشیا کے نمازی اور مقامی نومسلم حضرات موجود تھے۔ پاکستان سے تعلق رکھنے والے افراد کے نام دفتر خارجہ کے ترجمان ڈاکٹر فیصل کے مطابق یہ ہیں: ۱:- سہیل شاہد، ۲:- سید جہان داد علی، ۳:- سید اریب احمد، ۴:- محبوب ہارون، ۵:- نعیم راشد، ۶:- اور اُن کے بیٹے طلحہ نعیم راشد۔ تین پاکستانیوں کی شناخت ابھی تک نہیں ہوسکی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تمام شہداء کے درجات بلند فرمائے۔ حملہ آور کا تعلق آسٹریلیا سے بتایا جاتا ہے، جس کا نام ''برینٹن ٹارنٹ'' ہے۔ یہ جم کا ٹرینر رہا ہے اور خود کو صلیبی سپاہی بھی کہتا ہے۔ سر پر لگے کیمرے کی مدد سے النور مسجد میں نمازیوں پر حملے کو فیس بک پر لائیو دکھاتا رہا، جس میں دیکھا جاسکتا ہے کہ وہ مسجد میں مردوں، عورتوں اور بچوں پر فائرنگ کررہا ہے۔ یہ دہشت گرد ہتھیار گاڑی سے نکالتا ہے، جن پر مختلف عبارتیں لکھی ہوئی ہیں، اس نے یقینی بنایا کہ کوئی نمازی مسجد سے بچ کر نہ جاسکے، تین دفعہ وہ مسجد سے باہر گیا اور مسجد کے اندر آیا۔ مسجد کے مردانہ حصے سے فارغ ہوکر عورتوں کے نماز والے حصہ میں گیا اور ان پر فائرنگ کی، فائرنگ کے بعد اس نے دونوں ہالوں کا جائزہ لیا اور تمام افراد کی بظاہر موت کا یقین ہونے کے بعد یہ یہاں سے گیا۔ اب بتایا جائے کہ یہ جارج بش کے کروسیڈ (صلیبی جنگ) کے نظریہ کی عمل داری نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا مغربی دنیا اسے کسی دہشت گرد کی دہشت گردی کہتی ہے یا اس گھناؤنے عمل کو دہشت گرد کے مذہب سے جوڑتی ہے؟! یہ بھی مغرب کی منصف مزاجی کا بڑا امتحان ہے! نیوزی لینڈ میں مساجد کے نمازیوں پر یہ حملہ اور دہشت گردی کوئی پہلا واقعہ نہیں، بلکہ نائن الیون کے ڈرامہ اور اس کے وقت کے صدر جارج بش کے اس ''کروسیڈ'' کے لفظ کے بعد پوری دنیا میں کئی مساجد اور مسلمانوں پر کئی جان لیوا حملے ہوچکے ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق:

''نیوزی لینڈ میں مساجد پر ہونے والا یہ پہلا حملہ نہیں، بلکہ آسٹریلیا، جرمنی، فرانس میں بھی مساجد کو نشانہ بنایا گیا۔ جرمن نشریاتی ادارے کے مطابق صرف ۲۰۱۰ء میں جرمنی میں ۲۷ مساجد کو نشانہ بنایا گیا۔ ۲۰۱۷ء میں یہ تعداد تین گنا بڑھ گئی۔ ۹۵۰ واقعات مسلمانوں کے خلاف رپورٹ ہوئے اور ۳۷ مساجد نشانہ بنیں۔ ۲۰۱۶ء میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ کئی مساجد کو آگ لگائی گئی۔ حیران کن امر یہ ہے کہ ان حملوں کو دہشت گردی قرار دینے یا دہشت گردوں کو گرفتار کرنے کی بجائے ان حملوں کو اسلامی شدت پسندی سے جوڑا گیا۔ برطانیہ میں ۲۰۱۳ء سے ۲۰۱۷ء تک ۱۶۷ مساجد کو نشانہ بنایا گیا۔ یہی عالم امریکا کا بھی رہا۔

کیلی فورنیا، واشنگٹن، اوہائیو، ٹیکساس، فلوریڈا، ورجنیا، مشی گن، نیوجرسی اور میساچوٹس وہ ریاستیں ہیں جہاں مساجد کو سب سے زیادہ نشانہ بنایا گیا۔ فرانس کے دارالحکومت پیرس میں ۲۹ جولائی ۲۰۱۷ء کو ایک حملہ آور نے مسجد کے نمازیوں کو گاڑی کے ذریعے کچلنے کی کوشش کی۔ اسی طرح فرانس کے دیگر حصوں میں مساجد پر حملے ہوئے، مگر ان کا سدباب کرنے کی بجائے بیسیوں مساجد کو بند کردیا گیا۔ کینیڈا کے شہر کیوبک میں فرانسیسی نژاد الیگزنڈر راسٹنٹ نے مسجد پر حملے کرکے ۱۶ افراد کو شہید اور ۸ کو زخمی کیا۔ بلغاریہ میں بھی مسلمانوں کی تاریخی مسجد کو شہید کردیا گیا۔'' (روزنامہ اسلام، کراچی، اتوار، ۱۷ مارچ ۲۰۱۹ء)

چونکہ تمام تر میڈیا ان یہودیوں کے کنٹرول میں ہے، اس لیے کسی سفید فام اور غیر مسلم کے دہشت گردانہ حملوں کے ذمہ دار کو دہشت گرد کہنے سے احتراز برتا جاتا ہے، اس کے لیے ''مسلح حملہ آور'' یا ''ذہنی معذور'' کے الفاظ کا استعمال کرکے اس کے جرم کی سنگینی کو کم کرنے کی مقدور بھر کوشش کی جاتی ہے، اسے ہائی لائٹ کرنے سے بھی حتی الوسع گریز کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی حملہ آور مسلمان ہو تو ''دہشت گردی'' کا واویلا کیا جاتا ہے، نہ صرف اُسے ضرورت سے زیادہ بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے، بلکہ نعوذ باللہ! اُسے اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے بھی جوڑ دیا جاتا ہے۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس دردناک سانحے کے بعد اقوامِ عالم کے سربراہان مل بیٹھتے اور دہشت گردی کے خلاف مذہبی اور نسلی منافرت سے ہٹ کر کوئی ٹھوس اور متفقہ لائحہ عمل تیار کرتے، مگر المیہ یہ ہے کہ نیوزی لینڈ میں بہنے والا خون مسلمانوں کا ہے، جو دنیا میں پانی سے زیادہ سستا سمجھ لیا گیا ہے، حالانکہ جنوری ۲۰۱۵ء میں فرانس میں دہشت گردی کے ایک حملہ میں ۱۷ افراد مارے گئے تھے، جس پر دنیا بھر کے مسلم اور غیر مسلم چالیس ملکوں کے سربراہان نے لاکھوں افراد کے ہمراہ پیرس میں جمع ہوکر دہشت گردی کے خلاف اعلانِ جنگ کیا۔ کیا سمجھا جائے کہ فرانس میں بہنے والا خون سفید چمڑی والے غیر مسلموں کا تھا، اس لیے وہ دہشت گردی بھی تھی، ظلم بھی تھا اور اس میں کام آنے والے مظلوم بھی تھے، لیکن یہاں بہنے والا خون مسجد میں موجود مسلمانوں کا ہے، جو نہ تو دہشت گردی کے زمرہ میں آتا ہے اور نہ ہی اس میں شہادت کا رُتبہ پانے والے نمازی حضرات مظلوم ہیں۔ آخر دونوں میں فرق کیوں؟ ہونا تو یہ چاہیے کہ جہاں بھی اور جس کے خلاف بھی ظلم ہو تو ظالم کو ظالم اور مظلوم کو مظلوم کہا جائے، تاکہ انصاف کے تقاضے پورے ہوں اور دنیا میں امن وامان قائم کرنے میں مدد ملے، لیکن ہائے افسوس! کہ دنیا آج اس انصاف اور فرق سے عاری نظر آتی ہے۔

اس سانحے پر نیوزی لینڈ کی وزیراعظم نے جس جرأت، بہادری اور ثابت قدمی کے ساتھ

مسلمانوں کے ساتھ اظہارِ غم اور ہمدردی کا ثبوت دیا، اس پر پاکستانی قوم کے علاوہ پوری اُمتِ مسلمہ انہیں خراجِ تحسین پیش کرتی ہے۔ اس واقعہ سے اگلے جمعہ کو مسلمان عورتوں کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کے طور پر نیوزی لینڈ کی وزیرِاعظم سمیت وہاں موجود تمام غیر مسلم خواتین نے سر پر دوپٹہ اوڑھا، جمعہ کی اذان سرکاری طور پر پورے ملک میں نشر کی گئی، جس کا دنیا بھر میں بہت اچھا اثر مرتب ہوا، کئی غیر مسلم اس واقعہ کے بعد مسلمان ہوگئے، وہاں وزیرِاعظم نے نیوزی لینڈ کی پارلیمنٹ میں اجلاس کا آغاز قرآن کریم کی تلاوت سے کرایا، اپنے خطاب کا آغاز ''السلام علیکم'' اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے کیا، اس نے پارلیمنٹ میں اپنے خطاب میں کہا کہ:

''اس حملہ آور کو کئی چیزیں مطلوب تھیں، ایک ان میں شہرت بھی تھی، وہ دہشت گرد ہے، وہ مجرم ہے، وہ انتہاء پسند ہے۔'' اس نے کہا: میں آپ سے التجا کرتی ہوں کہ ان کا نام لیں جنہوں نے اس واقعہ میں جان گنوائی ہے، نہ کہ اس کا جس نے اسے انجام دیا۔ وزیرِاعظم نے پاکستانی نوجوان نعیم راشد کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ نعیم راشد جس کا تعلق پاکستان سے ہے، حملہ آور سے بندوق چھیننے کی دوڑ میں شہید ہوگئے، انہوں نے مسجد میں عبادت کرنے والے لوگوں کو بچانے کے لیے اپنی جان گنوادی، مرنے والوں کا تعلق اس مذہب سے تھا جو کشادہ دل کے ساتھ سب کا استقبال کرتے ہیں، ان کی بہادری اور جرأت کو نیوزی لینڈ کی قوم ہمیشہ یاد رکھے گی۔ اسی طرح حاجی داؤد نبی ۷۱ سال کا ایک شخص تھا جس نے النور مسجد کا دروازہ ان الفاظ کے ساتھ کھولا: ہیلو برادر! خوش آمدید، یہ آخری الفاظ تھے، انہیں نہیں پتا تھا کہ دروازہ کے پیچھے کس قدر نفرت ہے، لیکن ان کا استقبال کا طریقہ بتاتا ہے کہ وہ ایسے مذہب کے رکن تھے جو تمام لوگوں کو کشادہ دلی اور فکر کے ساتھ خوش آمدید کہتا ہے۔'' (روزنامہ ایکسپریس، کراچی، ۲۰ مارچ ۲۰۱۹ء)

اب خبریں آرہی ہیں کہ اس قاتل کو ہیرو بنانے کی عدالتی سازش ہورہی ہے، کیونکہ اخبارات کے مطابق: ''سفاک قاتل نے عدالت میں پیشی کے موقع پر بھی سفید فاموں کی برتری ظاہر کرنے والا خصوصی نشان بنا رکھا تھا، جس پر اسے عالمی سطح پر بالخصوص یورپی ممالک میں مسلمانوں سے نفرت رکھنے والے نسلی انتہا پسندوں کی جانب سے خاصی مقبولیت اور پذیرائی مل گئی ہے۔ باخبر ذرائع کا ماننا ہے کہ اسے عدالت میں ایسا موقع دینے کی خفیہ تیاریاں کی جارہی ہیں کہ وہ عدالت کو اپنے کیے کی سزا پانے کی بجائے ایک منبر کے طور پر استعمال کرسکے۔ بے رحم دہشت گرد عدالت کے کٹہرے

میں کھڑے ہوکر میڈیا کے سامنے مزید اشتعال انگیز بیان دینے کی ریہرسل کررہا ہے اور اس کے وکلاء اور قانونی ماہرین اس کی مدد کرنے میں لگے ہوئے ہیں ۔ بہرحال اب نیوزی لینڈ کی حکومت اور ذمہ داران کا امتحان ہے کہ وہ اس سفاک قاتل کو کیفرِ کردار تک کب پہنچاتے ہیں اور ان کے پیچھے کارفرما نظریہ اور منصوبے کو کس طرح خاک میں ملاتے ہیں؟!

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے رئیس، نائب رئیس اور جملہ اساتذہ کرام نیوزی لینڈ کی مساجد میں شہادت کا رتبہ پانے والوں کے لیے رفع درجات کی دعا کرتے ہیں اور ان کے پسماندگان اور لواحقین سے تعزیت کرتے ہوئے اُن کے صبرِ جمیل کے لیے دعا گو ہیں ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تمام شہداء کی مغفرت فرمائے، ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے بچوں کی کفالت وکفایت اور اعزہ واقرباء کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب فرمائے، آمین ۔

....

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب پر حملہ کی مذمت

۱۴ رجب المرجب ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۲ مارچ ۲۰۱۹ء بروز جمعۃ المبارک نمازِ جمعہ سے کچھ دیر پہلے جمعہ کے خطبہ اور نماز کے لیے جاتے ہوئے دارالعلوم کراچی کے شیخ الحدیث اور نائب صدر، ہزاروں علماء کے استاذ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم پر کراچی میں نیپا پل سے نیچے اُترتے ہوئے سفاکیت اور درندگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے چھ دہشت گردوں نے حملہ کردیا۔ پہلے اگلی گاڑی کو نشانہ بنایا جس میں موجود ایک گارڈ شہید اور ڈرائیور زخمی ہوگیا، جو اَب شہادت کا رتبہ پاچکا ہے اور پھر پیچھے سے آنے والی حضرت کی گاڑی پر حملہ کیا جس میں موجود گارڈ شہید اور ڈرائیور زخمی ہوگیا۔ اس ڈرائیور نے زخمی ہونے کے باوجود بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود ڈرائیونگ کرکے حضرت کو بحفاظت لیاقت نیشنل ہسپتال تک پہنچایا۔ حضرت مفتی صاحب نے اُسے فرمایا بھی کہ آپ کا ہاتھ زخمی ہے، میں ڈرائیونگ کرلیتا ہوں، اس نے نہ صرف حضرت کو گاڑی چلانے سے منع کیا، بلکہ کہا کہ حضرت! آپ ایسا نہ کریں، دہشت گردوں نے دومرتبہ حملہ کرلیا ہے، اگر باہر نکلیں گے تو اندیشہ ہے کہ وہ پھر نہ آجائیں، بلکہ آپ سیٹ پر ہی تھوڑا نیچے ہوکر بیٹھیں ۔ اللہ تعالیٰ اس ڈرائیور کو جزائے خیر دے اور اسے جلد از جلد صحت یاب فرمائے ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے حضرت مفتی صاحب، ان کی اہلیہ اور دو چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو محفوظ رکھا۔ اس حملہ کی اطلاع ملتے ہی جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے ناظم تعلیمات حضرت مولانا امداداللہ صاحب اور جامعہ کے دیگر اساتذہ کرام نے ہسپتال جاکر حضرت کی

خیریت دریافت کی، پھر اگلے روز جامعہ سے باقاعدہ ایک وفد حضرت مفتی صاحب کی خیریت دریافت کرنے اور شہداء کی تعزیت ودعاء کے لیے دار العلوم پہنچا، جس میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے نائب مہتمم حضرت مولانا سید سلیمان یوسف بنوری ، استاذِ حدیث حضرت مولانا محمد انور بدخشانی، ناظم تعلیمات حضرت مولانا امداد اللہ یوسف زئی، اور حضرت مفتی رفیق احمد بالاکوٹی شامل تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس حملہ میں شہید تمام حضرات کی شہادت کو قبول فرمائے، ان کو جنت الفردوس کا مکین بنائے، ان کے بچوں کی کفالت فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل نصیب فرمائے اور حضرت مفتی صاحب کو صحت وعافیت اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ لمبی عمر نصیب فرمائے۔

ادارہ ''بینات'' اور اس کے ذمہ داران اس واقعہ کی بھرپور مذمت کرتے ہیں اور حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کو خاطر خواہ سیکورٹی مہیا کی جائے، آپ پر حملہ آور دہشت گردوں کو پکڑ کر کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے اور ان کے پیچھے جو قوتیں اس مذموم اور گھناؤنی سازش میں شریک ہیں، ان کو بے نقاب کیا جائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ خاص نازک وقت پر جب کہ ملائیشیا کے وزیراعظم محترم جناب مہاتیر بن محمد پاکستان کے دورہ پر تھے، اگلے دن ۲۳ مارچ یوم پاکستان کی فوجی پریڈ میں وہ مہمان خصوصی تھے، اس سے ایک روز قبل حضرت مفتی صاحب جیسی شخصیت پر حملہ ایک سوچی سمجھی سازش ہے، اس لیے پاکستان کے تمام ذمہ دار اداروں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس سازش کو ضرور بے نقاب کریں اور اس میں ملوث تمام کرداروں کو عبرت ناک سزا دیں، تاکہ ہمارا ملک پاکستان دشمنوں کی سازشوں کی آماجگاہ بننے سے محفوظ رہے۔ اس کے علاوہ تمام علماء کرام سے جو سیکورٹی لے لی گئی ہے، ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ سب نہ صرف یہ کہ ان کو واپس کی جائے، بلکہ ان کی سیکورٹی کو بڑھایا جائے، اس لیے کہ اس سے پہلے کئی مقتدر علماء کرام اور بیش قیمت ہستیوں کو دہشت گردی کا نشانہ بنا کر اُمت کو ان کے فیوض وبرکات سے محروم کیا جا چکا ہے۔

....

آزادیِ نسواں کی خود فریبی!

کون نہیں جانتا کہ اسلام نے عورت کو بے انتہا عزت سے نوازا ہے، جس سے مغرب زدہ اور این جی اوز کے بہکاوے میں آئی ہوئی عورتیں آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں۔ قرآن کریم، احادیث رسول (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) اور فقہِ اسلامی میں عورتوں کے حقوق کے متعلق مستقل احکام موجود ہیں۔ اسلام کسبِ معاش کی خاطر عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کو ان کی توہین وتذلیل سمجھتا ہے، اس لیے شریعت نے باپ،

خاوند، بیٹے، بھائی وغیرہ محرموں پر بالترتیب لازم کیا ہے کہ وہ عورت کی کفالت کریں۔ اگر بالفرض ان میں سے کوئی موجود نہ ہو تو اسلام حکومتِ وقت پر یہ فریضہ عائد کرتا ہے کہ وہ اس کے مصارف برداشت کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی معاشرہ میں خاندان جڑے ہوئے ہیں، جہاں ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کو بڑی قدر ومنزلت اور عزت کا مرتبہ حاصل ہے، لیکن ''حقوقِ نسواں'' سے چلتا ہوا نعرہ آج ''آزادیِ نکاح'' اور ''آزادیِ شوہر'' تک پہنچ چکا ہے۔ گویا آج مسلم عورت جس کو ''ملکہ'' اور ''شہزادی'' کا مرتبہ حاصل ہے، وہ قرونِ اولیٰ کی مظلوم ومقہور عورتوں کی صف میں کھڑا ہونا چاہتی ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۸ مارچ ۲۰۱۹ء کو پوری دنیا میں خواتین کا عالمی دن منایا گیا، کئی شہروں میں ریلیاں نکالی گئیں اور اس میں انہوں نے ایسے نعرے لگائے اور ایسے کتبے اُٹھائے تھے اور جو کچھ اُن پر درج تھا ایک شریف آدمی اس کو اپنی زبان پر نہیں لاسکتا اور زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ ان غلیظ، بدبودار اور فحش گالیوں کے علاوہ کئی اسلامی احکام کا بھی اعلانیہ مذاق اُڑایا گیا۔ ایک عورت نے کہا کہ: ''اگر دوپٹہ پہننا اتنا ہی پسند ہے تو اپنی آنکھوں پر باندھ لو۔'' مظاہرہ میں شریک ایک شخص نے تو یہ کہا کہ: ''خواتین کے مسائل اس وقت تک حل نہیں ہوسکتے، جب تک نکاح کو ختم نہیں کیا جاتا۔ خواتین کے ساتھ ہونے والی ناانصافی اور ظلم کے خاتمہ کے لیے ہمیں نکاح کو ختم کرنا چاہیے۔'' اس نے یہ بھی انکشاف کیا کہ برصغیر میں نکاح کی رسم بھی انگریز لے کر آئے، اس سے پہلے اس کا یہاں کوئی تصور نہیں تھا، **نعوذ باللّٰہ من ذٰلک**۔ اسی طرح کا ایک انکشاف ہمارے وزیرِ اطلاعات جناب فواد چوہدری نے بھی کیا ہے کہ مدارس کا نصابِ تعلیم امریکہ سے بن کر آیا ہے۔ یہ ہیں ہمارے وزیر موصوف کی معلومات!

یہ سب کچھ ایسے ملک میں کیا اور کہا جارہا ہے جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا اور موجودہ حکومت جو ریاستِ مدینہ جیسی ریاست کی دعویدار ہے، اس نے ایسے لوگوں کو لگام دینا تو درکنار ان سے ابھی تک پوچھا تک نہیں کہ تم نے خلافِ اسلام ایسی باتیں کیوں کیں؟ حالانکہ ایک صوبائی وزیر نے جب ہندوؤں کے بارے میں کچھ کہہ دیا تو اس سے فوراً استعفاء تک لے لیا گیا۔ لیکن ان مادر پدر آزاد لوگوں کی خلافِ اسلام باتوں کا ابھی تک کوئی نوٹس نہیں لیا گیا۔ کیا کہا جائے کہ یہ سب کچھ بیرونی اشاروں اور موجودہ حکومت کی ملی بھگت سے ہورہا ہے؟!

بہرحال آزادیِ نسواں کی اصطلاح کا باقاعدہ استعمال اٹھارہویں صدی عیسوی میں ہوا، جب یورپ کے فلاسفر اور اہلِ علم نے فرد کے حقوق کے لیے معاشرہ کے خلاف آواز بلند کی اور شخصی آزادی کا نعرہ لگایا، اس کے بعد بھی آوازیں اُٹھتی رہیں۔ ۵ تا ۹ جون ۲۰۰۰ء میں نیویارک میں جو کانفرنس منعقد کی گئی، اس کانفرنس کی درج ذیل سفارشات منظرِ عام پر آئیں:

۱:-خاتونِ خانہ کو گھریلو ذمہ داریوں اور تولیدی خدمات پر باقاعدہ معاوضہ دیا جائے۔
۲:-ازدواجی عصمت دری پر قانون سازی اور فیملی کورٹس کے ذریعہ مردوں کو سزا دلوائی جائے۔
۳:-ممبر ممالک میں جنسی تعلیم پر زور دیا جائے۔
۴:-اسقاطِ حمل کو عورت کا حق قرار دیا جائے۔

اور یہ تمام چیزیں اور نظریات درحقیقت پانچویں صدی عیسوی میں نیشاپور میں پیدا ہونے والے ایرانی فلسفی مزدک کے ہیں (جو پہلے زرتشت کا پیروکار تھا، لیکن بعد میں اس نے اپنا نیا مذہب وضع کرلیا) جن پر مغرب اور مغرب پرست معاشرہ آج کی مسلم خواتین کو چلانا چاہتا ہے، اس نے کہا: ''تمام انسان مساوی ہیں، کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں، ہر وہ چیز جو ایک انسان کو دوسرے انسان سے بالاتر کردے، وہ اس قابل ہے کہ اُسے مٹا کر رکھ دیا جائے۔ مزدک نے کہا کہ: دو چیزیں ہیں جو انسان کے درمیان میں ناجائز امتیازات کی دیواریں چنتی ہیں: جائیداد اور عورت، اس لیے کسی کی جائیداد پر کسی کا حقِ ملکیت نہیں اور نہ کوئی عورت کسی ایک شخص سے نکاح کا حق رکھتی ہے۔ تمام لوگوں کو جائیداد سے فائدہ اُٹھانے اور عورت سے لطف اندوز ہونے کا حق ہے۔ اس وجہ سے لوگ اس کی تحریک کا حصہ بنے۔ آج جو این جی اوز اور اُن کی لے پالک خواتین و مرد اِس آزادیِ نسواں کا نعرہ لگا رہے ہیں، درحقیقت یہ لوگ مزدک ایرانی کے پیروکار ہیں اور بالکل اسی نہج پر پاکستانی عورت کو بھی مشترکہ پراپرٹی بنانا چاہتے ہیں، تاکہ پاکستانی معاشرے اور خاندانی نظام کو جڑوں سے ہلایا جاسکے۔

مسلمانوں کو یہ بات اب سمجھ لینی چاہیے کہ عورت آزدی مارچ جیسی سرگرمیاں دراصل مغربی اور اسلامی تہذیب کے مابین جاری جنگ کا حصہ ہیں۔ مادر پدر آزاد مغربی تہذیب کے علمبردار اور اُن کے دیسی ٹاؤٹ میدانِ جنگ سے لے کر تہذیبی وثقافتی سطح تک اسلامی تہذیب اور مسلمانوں کو مغلوب کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ اس خطرناک صورت حال میں اسلامی تہذیب کی بقا وسلامتی کا واحد راستہ یہی ہے کہ مسلمان آقائے کریم ﷺ کی تعلیمات اور خاص طور پر سنتِ رسول (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کو حرزِ جاں بنالے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے شر سے اُمتِ مسلمہ کی بہن بیٹیوں کی عزتوں کو محفوظ فرمائے اور اُن کے شر کو انہیں پر لوٹا دے اور مسلم معاشرہ کو اپنے حفظ وامان میں رکھے، اس کے ساتھ ساتھ ہر لحظہ یہ دعا بھی مانگتے رہنا چاہیے کہ باری تعالیٰ ہمارا، ہماری اولادوں اور نسلوں کا ایمان سلامت رکھے اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ ہی اپنے پاس بلالے، آمین

وصلّی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ سیدنا محمد وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ أجمعین

.....❀.....❀.....❀.....

ماہِ رمضان اور اُس کی برکات وفضائل

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

ماہِ رمضان کی آمد آمد ہے، انوار وتجلیاتِ ربانیہ سایہ فگن ہوں گی، عاصی پُر معاصی ابن آدم کے لیے سامانِ مغفرت تیار ہوگا، جوادِ مطلق کے جود وکرم کا فیضان عام ہوگا، ایمان وعمل کی بہار آئے گی، توفیق وسعادت شکست خوردگانِ معصیت کا دامن تھامے گی، رندانِ بادہ نوش بھی ایک بار توبہ وانابت کی سلسبیل میں غوط لگا کر قدوسیوں سے قدم ملانے کی ہمت کریں گے، ابوابِ جنت مفتوح ہوں گے، ابوابِ جہنم پر قفل چڑھا دیئے جائیں گے۔ ''اے خیر کے طالب! آگے بڑھ، اور اے شر کے قاصد! رُک جا'' کی غیبی صدائیں بلند ہوں گی، ہر رات بے شمار گنہگاروں کی آتشِ دوزخ سے آزادی کے فیصلے سنائے جائیں گے۔

نفسِ اَمّارہ کا تزکیہ

نفسِ اَمّارہ کے تزکیہ واصلاح کے لیے حق تعالیٰ نے روزہ فرض فرمایا، تاکہ مومن تقویٰ کے بلند مراتب حاصل کرکے مرتبۂ ولایت پر فائز ہوجائے۔ راتوں کو قرآن کریم سننے سنانے کی ترغیب دی اور اپنا کلام پاک بندوں کی زبان پر جاری کرنے کے مواقع بہم فرمائے۔ روزہ سے نفس کے تزکیہ کا سامان اور روح کی تربیت کے لیے کلامِ پاک سے بہرہ اندوز ہونے کا انتظام فرمایا گیا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس ماہِ مبارک میں زمین کا رابطہ ملأِ اعلیٰ سے قائم کردیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کو- جب سے لیل ونہار کا نظام قائم فرمایا ہے- عجیب وغریب برکات وتجلیات کا موسم بنایا ہے اور اس خاک کے پتلے کی اصلاحِ روح وتہذیبِ نفس کے لیے جب کبھی کوئی آسمانی تحفہ اُتارا ہے اس کے لیے اسی ماہ کا انتخاب فرمایا گیا ہے۔ صحفِ ابراہیمؑ سے قرآن کریم تک تمام روحانی تحفے اور عجیب عجیب احکام ربانی اور قوانینِ الٰہی پر مشتمل نظام نامے سب اسی ماہِ مبارک کی برکات ہیں۔ احادیث میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے ماہِ رمضان کی پہلی تاریخ کو نازل ہوئے، موسیٰ علیہ السلام کی تورات چھ تاریخ کو، عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل

تیرہ تاریخ کو، داؤد علیہ السلام کی زبور ۱۸ کو، اور قرآن کریم ۲۴ کو نازل ہوا۔ (مسند احمد) الغرض حق تعالیٰ نے ازل ہی سے کائنات کو اپنی رحمت سے سرفراز کرنے کے لیے اس ماہِ مبارک کو مشرف فرمایا ہے۔

بہر حال رمضان مبارک صحفِ سماویہ اور کتبِ الٰہیہ خصوصاً قرآن کریم کی ایک دینی یادگار ہے، جو وحیِ آسمانی نے خود قائم کی ہے، لیکن اس یادگار اور جشنِ وحی کے لیے صرف یہ صورتیں نہیں رکھی گئیں کہ جگہ جگہ چراغاں کیا جائے، در و دیوار عجیب وغریب جاذبِ نظر و دلکش مناظر سے آراستہ کیے جائیں، رنگا رنگ قمقموں سے سرزمین جگمگا اُٹھے، شامیانے لگائے جائیں، تفریحات کا دور دورہ ہو، نہ عبادت کی فکر ہو نہ نماز کا خیال، نہ خدا کا نام ہو نہ کوئی دینی کام، بے جا اسراف وتبذیر کر کے قوم اور ملک کی توانائی کو ختم کیا جائے۔ گویا ایک خدا فراموش قوم کی زندگی ہو جس کو نہ ابتداء کی فکر ہو نہ انتہاء کا تصور، نہ مبدأ کا خیال ہو نہ معاد کا عقیدہ، یوں ہی لہو ولعب کی دنیا ہو اور عیش پرستی کا سامان۔

آج کل جو یادگاریں قائم کی جاتی ہیں اس کا حاصل تو یہی ہوتا ہے، لیکن جو چیز اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اصلاحِ نفوس کے لیے بھیجی ہو، جس سے روحوں کو جلا ملے، جس سے انسان حیوانات اور درندوں کی صف سے نکل کر صحیح معنوں میں بااخلاق انسان بنے، اس کے لیے یادگار بھی ایسی ہونی چاہیے جس سے اس مقصد کی تکمیل ہو، تاکہ بے عمل افراد باعمل، اور خدا فراموش قوم باخدا بن جائے۔ انسان درندوں اور جانوروں کی صفوں سے نکل کر فرشتہ خصلت بن جائے، غریبوں اور فقیروں کی خبر گیری کی جائے، مسکینوں، یتیموں پر رحم کیا جائے۔ الغرض انسان انسانیت کے اعلیٰ ترین اخلاق واوصاف سے آراستہ ہو جائے۔ انہی مقاصد کے پیشِ نظر حق تعالیٰ نے ماہِ رمضان المبارک کے روزے فرض کردیئے اور راتوں کو قیام کی سنت جاری فرمادی، تاکہ بندۂ مومن اس کی راتوں میں قرآن پڑھے یا سنے، کبھی بارگاہِ عظمت وجلال کے سامنے سربسجود ہو کر، کبھی جھک کر تعظیم وتقدیس بجالائے، کبھی کھڑے ہو کر قرآن کریم کے رقت انگیز نغموں سے دل کو گرمائے، اور ''یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ''- وہ یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے بھی، بیٹھے بھی اور لیٹے بھی- کا پیکر بن جائے اور دنوں میں اسی قرآن پر عمل کی توفیق نصیب ہو۔ آنکھیں نیچی اور زبان کلمۂ خیر کے علاوہ بند رکھے، لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرے، نفسانی خواہشات کے کسی تقاضے کو پورا نہ کرے، صدقہ وخیرات کرے، ہر کارِ خیر کی طرف لپکے اور اس کی بجا آوری میں دریغ نہ کرے، ہر برائی سے بچے۔ الغرض سیرت وصورت اور عمل وکردار کے لحاظ سے سراپا فرشتہ بن جائے۔ ظاہر وباطن کی ایسی اصلاح ہو جائے کہ اس کے سرتاپا سے ظاہر ہو کہ یہ ایک باخدا قوم کا فرد ہے۔ اب آپ کے خیال میں ماہِ رمضان اور نزولِ قرآن کا باہمی تعلق واضح طور پر آگیا ہوگا۔ یہ ہے حقیقی یادگار نزولِ قرآن کریم کی !!!

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

سلسلۂ مکاتیب حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ

انتخاب وترتیب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

والدِ محترم محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام خلافتِ عثمانیہ کے نائب شیخ الاسلام علامہ محمد زاہد کوثری رحمۃ اللہ علیہ کے گراں قدر مکاتیب کا ترجمہ مع حواشی ''بینات'' کے صفحات میں شائع کیا گیا، جسے پذیرائی حاصل ہوئی۔ متعدد اہلِ علم نے اُسے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر کے علمی افادات کے اس سلسلے کو جاری رکھنے پر اصرار فرمایا۔ والد محترم کی جانب سے تحریر کردہ خطوط اور اُن کے نام اکابر اہلِ علم کے مکاتیب کا کافی ذخیرہ ہمارے ریکارڈ میں موجود ہے۔ ان شاء اللہ! وقتاً فوقتاً کسی پہلو سے مفید مکاتیب منتخب کرکے قارئین کی نذر کیے جاتے رہیں گے۔ اُمید ہے سابقہ خطوط کی مانند یہ سلسلہ بھی مفید ثابت ہوگا۔ (مرتب)

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ بنام حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

فی ۴ ربیع الأول ۱۳۶۱ھ، من الجامعة الإسلامية من دابھیل (سورت)

صاحب المآثر المباركة مخدومي سيّدي ومولائي ووسيلتي في الدّارين أطال الله حياته الطيبة آمين

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (۱)

تحيّة من عندالله مباركة طيبة

مدت سے چند حرف لکھنے کا اشتیاق تھا، مگر موانع پیش آتے رہے۔ اُمید ہے کہ مزاجِ اقدس خیر وعافیت سے ہوں گے (۲) اور تشنگانِ فیوض کو سیراب فرماتے ہوں گے، نرجو اللّٰہ سبحانهٗ وتعالٰی أن يُطيل حياتكم الطيّبةَ المباركةَ وأن يُديمَ بركاتهِ للأمة بكل شفاء ودواء.

کئی دن سے اس کا اشتیاق پیدا ہوا کہ حضرتِ اقدس کی خدمت میں یہ گزارش کروں کہ مجھے اجازتِ حدیث کی سند سے سرفراز فرمائیں، تاکہ اطمینانِ قلب کے لیے ایک ظاہری توسل کا ذریعہ بھی ہاتھ میں آئے، اگرچہ بضاعت مزجاۃ ہے اور اشتغال ناقص ہے، صرف اتنا ہے کہ آج کل زیادہ تر وقت اسی سلسلے میں گزر رہا ہے اور یہی آرزو ہے کہ قرآن وحدیث کے اشتغال میں زندگانی گزرے اور یہی وسیلۂ نجات بنے۔ اگر حضرتِ اقدس اپنی سندِ اجازت سے نوازیں اور اپنے سلسلہ میں شامل فرمائیں تو یہ میری سعادت وخوش قسمتی ہوگی، (۳) اتنا عرض ہے کہ اگر طبیعتِ مبارکہ پر کسی قسم کی ناگواری ہو اور دل نہ چاہے تو خلافِ طبع ہونے کی صورت میں اصرار نہیں کرتا، (۴) اگر صرف آپ کی مبارک دعا اور میری قلبی عقیدت ومحبت بھی قیامت میں وسیلہ بن جائے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی مستبعد نہیں۔ دل میرا یہ چاہتا ہے کہ میں خود حاضر ہوتا اور فیضِ زیارت سے باریاب ہوتا اور پھر عرض کرتا، لیکن کیا کیا جائے؟! مسافت بعید ہے، موانع بہت ہیں، حاضری کی سعادت سے محروم ہوں۔ اب اگر غائبانہ شفقتِ کریمانہ سے نوازیں گے تو مراحم ومکارمِ عالیہ سے بعید نہیں۔ میں آپ کا ایک ناچیز مخلص ہوں اور ایک حلقہ بگوش خادم ہوں، گو مجھے ظاہری حاضری کا موقع بہت کم ملا ہے اور براہِ راست فیض یاب ہونے کا موقع بھی نہیں ملتا ہے، لیکن الحمد للہ کہ عقیدت ومحبت سے دور نہیں ہوں اور آپ کی بعض تصانیفِ نافعہ سے مستفید بھی رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ظلِّ عاطفت کو ہمارے سروں پر دیر تک قائم رکھے، اور ہمیں آپ کے ظاہری وباطنی فیوضات سے بیش از بیش مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

واللّٰہ سبحانہٗ وتعالیٰ هو الموفّق، وفي الختام أرجوا ياموﻻيَ! دعواتكم، وأقبّل يديكم الكريمتين بوجد وهُيام، وتقبّلوا تحياتي، والسلام وأنا الأفقر إلٰی رحمة اللّٰه سبحانهٗ و تعالٰی محمد يوسف بن السيد محمد زكريا بن مير مزمل شاه بن مير أحمد شاه بن مير موسٰی بن السيد غلام حبيب بن السيد رحمة اللّٰه بن السيد يحيٰی بن السيد محمد أولياء بن العارف المحقق السيد آدم البنوري (الحسيني المتوفّٰی بالمدينة المنورة سنة ۱۰۵۳ھ)

نوٹ: ......اس مکتوب کا جواب حضرتؒ نے مرسلہ خط کے بین السطور وحواشی میں لکھا ہے، جو نمبروار درج ذیل ہے:

۱: - السلام علیکم

۲: - **نعم، والحمدللّٰہ!**

۳: - اس کو مقاصد میں سے کیوں سمجھا جاوے؟! ایک ہی سند کافی ہے، آگے محض رسم ہے،

البتہ اگر باقاعدہ درس ہو تو ایک درجہ نہیں، معتد بہ بھی ہے، مگر اس کی لیاقت تو کبھی نہیں ہوئی اور اب قوت بھی نہیں۔

۴:- دوستوں کی فرمائش سے ناگواری کیوں ہوتی ؟! خجلت ضرور ہوتی ہے۔

....

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ بنام حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ، ۶ / جون ۱۹۷۵ء

گرامی مفاخر مخدوم محترم حضرت شیخ الحدیث صاحب! زادهم الله توفيقًا و إحسانًا.

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت قبلہ والد محترم مولانا سید محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ چالیس دن کی تکلیف وکرب کے بعد کل جمعرات ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ کی صبح ۱۰ بجے اس دنیائے فانی سے رخصت ہوگئے اور ہم سے جدا ہوگئے، إناللّٰه وإنا إليه راجعون ۔اپنی حیاتِ مستعار کے سو سال پورے کر کے چل بسے۔عقلاً اگر چہ خوشی ہونی چاہیے کہ دنیا کے مصائب سے نجات پاکر ارحم الراحمین کی بارگاہِ رحمت میں پہنچ گئے اور آخر میں سب سے بڑی آرزو یہی تھی ،لیکن طبعًا اس نعمت کی محرومی سے ناقابلِ برداشت صدمہ ہے، بجز صبر وانقیاد اور کوئی چارہ کار نہیں۔حق تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں اجر وصبر سے محروم نہ فرمائے ،آمین!

آپ کی خدمت میں کل ایک تار دیا تھا کہ جلد سے جلد آپ کی دعاؤں سے فائدہ پہنچے، اس وقت انہی چند حرفوں پر اکتفا کرتا ہوں، دعوات کا محتاج ومشتاق ہوں، اب تو اس لیے بھی زیادہ ضرورت ہے کہ دعواتِ مستجابہ سے اور نالہ ہائے سحری کی برکات سے محروم ہوگیا ہوں۔

والسلام

محمد یوسف بنوری عفا عنہ

عزیزم محمد سلمہٗ سلامِ اخلاص ونیاز پیش کرتا ہے۔

..... ۞ ..... ۞ ..... ۞ .....

فقہ اور اُصولِ فقہ کی تدریس !

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی
اُستاذ ونگران شعبہ تخصص فقہ اسلامی جامعہ

مسالکِ اربعہ میں ائمہ کے اختلاف کے بنیادی اجتہادی اُصول

(دوسری قسط)

فقہ حنفی کی مشہور کتابیں

۱:-المبسوط للسرخسي، ابوبکر محمد بن احمد السرخسیؒ (متوفی: ۴۸۳ھ)

۲:-بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، امام ابوبکر بن مسعود الکاسانیؒ (متوفی: ۵۸۷ھ)

۳:-الهداية، برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانیؒ (متوفی: ۵۹۳ھ)

۴:-البحر الرائق، شیخ زین الدین ابن نجیم المصریؒ (متوفی: ۹۷۰ھ)

۵:-فتاویٰ ہندیہ، علمائے ہند۔

۶:-ردالمحتار، محمد امین ابن عابدین الشامیؒ (متوفی: ۱۲۵۲ھ)

فقہ مالکی

۱:-تبصرة الحكام فی أصل الأقضية و مناهج الأحكام، ابراہیم بن علی بن محمد الیعمری المالکیؒ (متوفی: ۷۹۹ھ)

۲:-الذخيرة، احمد بن اِدریس المالکی القرافیؒ (متوفی: ۶۹۴ھ)

۳:-الكافي فی فقه أهل المدينة المالكي، ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر النمری القرطبیؒ (متوفی: ۴۶۳ھ)

۴:-مواهب الجليل، ابوعبداللہ محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن المغربیؒ (متوفی: ۹۵۴ھ)

۵:-المدونة الكبرى، امام مالک بن انسؒ (متوفی: ۱۷۹ھ)

۶:-المقدمات الممهدات، محمد بن احمد بن رشد القرطبیؒ (متوفی: ۵۲۰ھ)

فقہ شافعی

۱:-کتاب الأم، محمد بن ادریس شافعیؒ (متوفی:۲۰۴ھ)
۲:-الحاوي للفتاوی، شیخ عبدالرحمٰن ابوبکر سیوطیؒ (متوفی:۹۱۱ھ)
۳:-شرح المهذب، ابوزکریا محی الدین بن شرف النوویؒ (متوفی:۶۷۶ھ)
۴:-نهاية المحتاج، شمس الدین محمد بن ابی العباس رملیؒ (متوفی:۱۰۰۴ھ)
۵:-مغني المحتاج، شیخ محمد مزنیؒ
۶:-شرح المنهاج، شیخ ابومحمد علی بن احمد بن سعیدؒ

فقہ حنبلی

۱:-روضة الناظر، ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہؒ
۲:-المغنی، احمد بن محمد بن قدامہ مقدسیؒ
۳:-کشاف القناع، علامہ منصور بن یونس بہوتیؒ
۴:-التمهيد، حافظ ابوعمران بن عبدالبر اندلسیؒ
۵:-حلية العلماء، شیخ محمد بن احمد الشاشی القفالؒ
۶:-مجموع الفتاوی، شیخ الاسلام احمد بن تیمیہؒ

محتویات/توضیحات

فقہی مدرس متعلقہ کتاب، درجہ اور طلباء کا لحاظ رکھتے ہوئے جب مختصر یا مفصل تمہیدی گفتگو سے فارغ ہوجائے تو اس کے بعد کتاب کے محتویات، مشمولات اور متن کی توضیح کی طرف آئے، کتاب کے متن کی توضیح کے لیے فقہی مدرس کو درج ذیل اُمور کا اہتمام کرنا چاہیے:

۱:...... باب کا تعارف

سب سے پہلے باب کا تعارف پیش کرے، اس تعارف میں تین چیزیں بنیادی طور پر یاد رکھنے کی اور بتانے کی ہوتی ہیں:

الف:- ایک تو اس باب میں زیرِ استعمال آنے والی اصطلاحات کا تعارف، مثلاً: بیع، بائع، مشتری، مبیع، ثمن، عاقدین، باطل، فاسد، غبن مغتفر، غبن فاحش، ثمن/ثمن مثلی، قیمت وغیرہ کا تعارف کرایا جائے اور امتحانی سوالات میں بھی اصطلاحات کا سوال دینا مفید ہوگا۔

ب:- دوسرے اس باب کے اہم اہم فقہی قواعد کی طرف رہنمائی فرمائی جائے، مثلاً:

باب الصوم میں کئی مسائل ’’الإفطار مما دخل لا مما خرج‘‘، ’’والداخل یفطر إذا وصل إلٰی جوف المعدۃ أو الدماغ‘‘ باب المرابحۃ میں کئی مسائل ’’مبنی المرابحۃ علی الأمانۃ والدیانۃ‘‘ کے اصول پر مبنی ہیں۔

’’کتاب السرقۃ‘‘ میں بیشتر مسائل کا تعلق سرقہ کی تعریف میں ذکرکردہ احترازی قیود کے ساتھ ہے، اس حوالے سے مدرس کو چاہیے کہ باب شروع ہونے پر پورے باب کا مطالعہ کرے اور کلیات، قواعد اور تعلیلات پر غور کر کے یہ قواعد خود تلاش کر کے طلبہ کو بتائے، اس سے خود کو بھی فائدہ ہوگا، اور طلبہ کو بھی فائدہ ہوگا۔

اگر ہمت ہو تو اس مقصد کے تحت متعلقہ مقام علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ کی ’’بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع‘‘ سے مطالعہ کیا جائے۔ بدائع کی تعلیلات عموماً فقہی اصل/ قاعدہ/ کلیہ کے طور پر مذکور ہوتی ہیں، اس موضوع پر ایک شامی عالم محمود حمزہ دمشقی کی کتاب ’’الفوائد البھیۃ فی القواعد الفقھیۃ‘‘ بڑی مفید کتاب ہے، مگر عام دسترس میں نہیں ہے، اس کتاب میں فقہی قواعد، فقہی ابواب کی ترتیب پر یکجا فرمائے گئے ہیں، جن سے حسبِ موقع انتفاء وانتفاع بہت آسان ہے۔ ’’الأشباہ والنظائر لابن نجیم‘‘ اور ’’مجلۃ الأحکام العدلیۃ‘‘ اور ’’شرح المجلۃ خالد اتاسی‘‘ میں عام اور معروف فقہی قواعد مذکور ہیں، قواعد سے متعلق متعدد رسائل مفتی عمیم الاحسان رحمۃ اللہ علیہ نے ’’مجموعۃ القواعد الفقھیۃ‘‘ میں یکجا فرمائے ہیں، وہ عام ملتی ہے۔ ایسے بنیادی قواعد تقریباً ۱۲۱ کے لگ بھگ شمار ہوتے ہیں جن کا استحضار زیادہ مشکل کام نہیں ہے۔

ج:- باب سے متعلق تیسری چیز جس کا اہتمام مفید ہے وہ خلاصۃ الباب کا استحضار اور بیان ہے، خلاصۃ الباب کا مطلب یہ ہے کہ اس باب کے محتویات کیا کیا ہیں؟ مختصراً بتادیئے جائیں اور اگلے باب کے شروع کے وقت ماقبل سے ربط کے طور پر سابقہ باب کے مسائل کا خلاصہ یوں بیان کردیا جائے کہ گزشتہ باب میں یہ یہ مسائل واحکام ہم نے پڑھے ہیں، اگر ذوق اور ہمت کا حسنِ امتزاج کسی کو مقدور ہو تو ’’النتف فی الفتاویٰ للسغدیؒ‘‘ (لأبي الحسن علي بن الحسین بن محمد السغديؒ [متوفی: ۴۶۱ھ]) سے ہر باب کے مسائل کی تلخیص کا عمدہ انداز اپنایا جاسکتا ہے۔

۲: ......متن کی تفہیم

الف:- متن کی فہم وتفہیم کے لیے استاذ وطالب دونوں آئندہ درس کی خوب تیاری کریں، یعنی کتاب کا متن سمجھنے اور سمجھانے کے لیے مدرس خود بھی خوب تیاری کر کے آئے اور طالب علم کو اس جذبے اور شوق کا حامل بنائے کہ وہ اپنے سبق کا سارا انحصار استاذ پر نہ چھوڑے، بلکہ خود بھی محنت کرے۔

اس کی کیا صورت ہوگی؟ حضرت مفتی نظام الدین شامزی شہید رحمۃ اللہ علیہ طلبہ کے ترغیبی بیان میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ملفوظ بکثرت سنایا کرتے تھے کہ: طالب علم اگر تین اُمور کا التزام کرے تو وہ ضمانت کے ساتھ بڑا اور کارآمد عالم دین بن سکتا ہے: ۱:- ایک آئندہ کل کا سبق خود دیکھ کر آئے، اپنے مطالعہ کے نتیجے میں جو کچھ سمجھ پایا اس کا استحضار رکھے۔ ۲:- اگلے دن استاذ کے سبق میں ہمہ تن گوش بن کے بیٹھے، اپنے استحضار اور استاذ کے اظہار کے درمیان موازنہ کرتا جائے اور اپنی کمی کو استاذ کی معلومات سے پورا کرتا جائے، پھر اسی سبق کو رات کے وقت اہتمام وانہماک کے ساتھ دہرانے کی ترتیب بنالے۔ ۳:- تکرار ومطالعہ کا التزام کرے تو ایسا طالب علم ان شاء اللہ! بڑا عالم، مضبوط عالم اور راسخ العلم بن سکتا ہے۔

طالب علم تیاری کے دوران عبارت فہمی تک پہنچنے کے لیے جملوں کے باہمی ربط وتعلق کی پہچان کی کوشش کرے۔ جملوں کی پہچان اور پھر جملوں کے باہمی جوڑ وتعلق کی کیفیت کے حصول کے لیے صرف ونحو کے استحضار واستعمال کی عادت ڈالی جائے جو عموماً اکثر طلبہ کو خاطر خواہ حد تک ازبر ہوتے ہیں، مگر تطبیق واجراء کی ضرورت پھر بھی رہتی ہے۔ طلبہ کو بالخصوص ابتدائی طلبہ کو اس عمل کا ایسا عادی بنایا جائے کہ وہ نحوی وصرفی تعلیل کے ذریعہ حلِ عبارت پر قادر ہوجائیں۔ اس معمولی توجہ سے طالب علم کا مطالعہ اُسے فائدہ دینے لگے گا، اس کا شوق بیداری کے ساتھ بڑھتا رہے گا اور وہ کتاب نہ سمجھنے کا بہانہ بنا کر بے ہمتی کا مظاہرہ نہیں کرسکے گا۔

اسی طرح مدرس خود بھی اچھی طرح تیاری فرما کر آئے۔ مدرس کی اچھی تیاری کی بابت اساتذہ کرام سے علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ مدرس تین طرح کا مطالعہ کرے: ۱:- ایک مطالعہ کتاب فہمی کا، ۲:- دوسرا مطالعہ تفہیم کے لیے یعنی خود سمجھی ہوئی بات مخاطب طلبہ کو کیسے سمجھانی ہے، ۳:- تیسرا مطالعہ آسان سے آسان الفاظ، اسلوبِ بیان اور اظہارِ مطالعہ کے لیے عام فہم تعبیرات کے چناؤ کے لیے، یعنی استاذ کا مطالعہ فہم، تفہیم اور تلخیص وتیسیر کے تین مراحل پر مشتمل ہونا چاہیے، بالخصوص ابتدائی درجات میں سال کے شروع میں اس ترتیب پر خاص توجہ رکھی جائے۔

ب:- استاذ درس کی تقریر شروع کرنے سے قبل لاعلی التعیین کسی بھی طالب علم سے عبارت پڑھوائے، صحیح اور غلط کی نشان دہی کرے، اس تصحیح اور نشان دہی میں دیگر طلبہ کو بھی شریک کرے۔ اگر قاری نے عبارت درست پڑھی ہے تو وجۂ اعراب اور ترکیبی حالت کے بارے میں قاری یا سامعین میں سے کسی سے سوال کرلیا جائے، اسی طرح صیغے کی پہچان اور اس کا ترجمہ وغیرہ بھی عبارت سے جداگانہ پوچھ لیا جائے۔

ج:- عبارت ہر اعتبار سے حل ہوجائے تو اس کے بعد عبارت میں بیان کردہ مسئلہ،

صورتِ مسئلہ اور حکم بیان کر دیا جائے کہ اس عبارت کا مقصد اس مسئلہ کا جواز یا عدمِ جواز بتانا ہے۔ یہ جائز ہے یا ناجائز ہے۔ اگر مسئلہ میں اختلافات یا تفصیلات نہ ہوں تو بلا وجہ قدوری کو ہدایہ بنانے کا مُضِر تکلف نہ کیا جائے۔

اگر مسئلہ اختلافی ہو اور اختلافات کی طرف کتاب میں تذکرہ اور اشارہ بھی ہو تو ایسی صورت میں ابتدائی درجات (قدوری اور کنز) وغیرہ میں اختلاف اور دلائل کو کتاب میں ذکر کردہ تفصیل تک محدود رکھا جائے۔

قدوری کے حل کے لیے ''اللباب'' (اللباب فی شرح الکتاب ،،عبدالغنی بن طالب بن حمادۃ بن ابراہیم الدمشقی المیدانی الحنفی [۱۲۲۲-۱۲۹۸ھ])، ''الجوھرۃ النیرۃ'' (الجوھرۃ النیرۃ علی مختصر القدوري ،ابوبکر بن علی بن محمد الحدادالیمنی [متوفی: ۸۰۰ھ]) جب کہ ''کنزالدقائق'' کے حل کے لیے ''تبیین الحقائق'' (تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق ،عثمان بن علی بن محجن البارعی فخرالدین الزیلعی الحنفی [متوفی: ۷۴۳ھ]) اور جزئیات کے استقصاء کے لیے ''البحرالرائق'' (البحر الرائق شرح کنزالدقائق ،زین الدین بن ابراہیم بن محمد الشہیر بابن نجیم المصری) مفید ہے۔ اختلافات میں راجح مرجوح کی پہچان کے لیے علامہ قاسم قطلو بغا [متوفی: ۸۷۹ھ] کی ''التصحیح والترجیح'' کو شاملِ مطالعہ رکھا جائے، آگے چل کر ہدایہ کے اختلافات میں ترجیحات کی شناخت کے لیے بھی ''ترجیح الراجح بالروایۃ فی مسائل الھدایۃ'' کے نام سے اکوڑہ خٹک سے باقاعدہ کتاب چھپ چکی ہے۔

د:- البتہ وسطانی اور فوقانی درجات میں فقہ کی تدریس کے دوران اختلافی اقوال کو ان کے لوازم کے ساتھ پڑھایا جائے، اگر کسی مسئلہ میں ائمہ احناف کا باہمی اختلاف ہے تو ہر ایک کا قول، اس کی دلیل اور منشأِ اختلاف بیان کیا جائے، اور پھر مفتٰی بہ اور راجح قول اور اس کی وجہ ترجیح بتائی جائے، متعلقہ اختلاف ائمہ احناف اور دیگر ائمہ کے درمیان ہے تو پھر اس اختلاف کو ذرا محنت کے ساتھ ''الفقہ المقارن'' بنایا جائے، ہر ایک کے عقلی ونقلی دلائل ان کے اپنے ماخذ سے نقل کیے جائیں، پھر ائمہ احناف کی رائے کو دلیل کے ساتھ بیان کیا جائے اور وجہ ترجیح بھی بتائی جائے، اور فقہ حنفی کے تطبیقی امتیاز کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی جائے، دلیل اور اس کی تفصیل کے بارے میں اوپر بیان کرآئے ہیں کہ دلیل کی نوعیت اور اس کا درجہ بھی واضح کیا جائے، اس سلسلے میں کسی حد تک ''الفقہ الحنفي وأدلتہٗ'' شیخ اسعد محمد سعید الصاغرجی سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

جب کہ تطبیقی امتیاز کا مطلب یہ ہے کہ نفس الامری مثالوں کے ذریعہ سمجھانے کی کوشش کی

جائے۔اس کے لیے عبدالحمید محمود طہماز کی ''الفقه الحنفي في ثوبه الجديد'' سے مدد لی جاسکتی ہے۔ اکابر کے فتاویٰ سے یوں مدد لی جاسکتی ہے کہ جو بات یہاں زیرِ درس آئے اکابر کے فتاویٰ میں متعلقہ باب ومقام مطالعہ کرلیا جائے اور وہاں سے نفس الامری مثالیں بتائی جائیں، اور یہ سمجھا اور سمجھایا جائے کہ کتاب کے یہی مسائل عوام کیسے پوچھتے ہیں، اور ان کو کیسے جواب دیا جاتا ہے۔

نیز تطبیق کا مطلب یہ بھی ہے کہ ہر باب سے متعلق نو پیش آمدہ مسائل اور احوال سے آگاہی رکھی جائے اور موقع بموقع طلبہ کی رہنمائی کی جائے۔ طہارت اور عبادت میں ایسی نئی صورتیں کونسی ہیں جن کی فقہ قدیم کے ساتھ تطبیق وتقریب کی ضرورت ہے، معاشرت و مناکحات میں غور کیا جائے، معاملات ومخاصمات میں یہی عمل کیا جائے، ایسے مسائل کی تفصیلی فہرست کے لیے قاضی مجاہد الاسلام قاسمی رحمہ اللہ کی مرتبہ ''جدید فقہی مباحث'' سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

فقہ کی درسی کتب کی تدریس

● ہمارے ہاں سب سے پہلی کتاب ''مختصر القدوري'' لابی الحسین احمد بن محمد القدوری البغدادی [۳۶۲-۴۲۸ھ] ہے، جس کے پڑھانے کے لیے انہی معلومات پر اکتفا کیا جائے جو خود قدوری میں درج ہیں، اختلافات وغیرہ کے بارے میں درج بالا اصول وآداب ملحوظ رہیں۔ اس کتاب کو حل کرنے کے لیے ''اللباب في شرح الكتاب'' اور ''الجوهرة النيرة'' کو زیرِ مطالعہ رکھیں، مطالعہ میں اضافہ اور مسائل میں وسعت اور استحکام کے لیے بڑی کتابیں بھی دیکھیں، مگر یاد رہے کہ قدوری اور کنز متن ہیں، تدریس کے دوران انہیں متن ہی رہنے دیا جائے، شروح کی باتیں آگے شروح میں بتائی جائیں۔

● دوسری کتاب ''كنز الدقائق'' للإمام أبي البرکات عبداللہ بن احمد النسفی [۶۲۰-۷۱۰ھ] ہے، یہ بھی اہم اور دقیق متن ہے، اس کے حل کے لیے ''تبيين الحقائق'' اور جزئیات کے لیے ''البحر الرائق'' سے استفادہ کیا جائے۔

● ''شرح الوقاية'' لصدر الشریعۃ عبیداللہ بن مسعود المحبوبی البخاری الحنفی [۷۴۷ھ]'' ہمارے نصاب کا حصہ ہے، اس کی بعض تعبیرات، تعقیدات کی زَد میں رہتی ہیں، حلِ کتاب میں بسا اوقات بہت دقت پیش آتی ہے، اس کے لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ سب سے پہلے اس فقہی قاعدے کو گرفت میں لانے کی کوشش کریں جس قاعدے پر متعلقہ مسائل ومباحث کی تفریع ہے، دوسرے نمبر پر یہ دیکھا جائے کہ اصل مسئلہ کیا ہے اور اس مسئلہ کو دوسری کتابوں میں کیسے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کی دلیل کیا بتائی گئی ہے؟!

● مسئلہ سمجھنے کے لیے وہی مسئلہ دوسری فقہی کتاب میں سمجھ کر طالب علم کو نفسِ مسئلہ سمجھا دیا

جائے، کیونکہ ایسے مواقع پر استاذ اور شاگرد کی توانائیاں اگر کتاب کے اغلاق کی رفع بندی میں صرف ہوتی ہیں تو کتاب تو شاید حل ہوجائے گی، مگر کتاب پڑھنے کا جو اصل مقصد ہے: ''مسئلہ کا فہم'' وہ فوت ہوجائے گا، نقصان سے کم از کم بچا جائے۔ اس لیے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے بعض تلامذہ کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ، صدر الشریعہ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ''شرح وقایہ'' کے بجائے ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ کی ''شرح النقایة'' کو شاملِ نصاب رکھنے کی تجویز دیا کرتے تھے۔ راقم الحروف کو جب شرح وقایہ پڑھانے کا اتفاق ہوا تو شرح وقایہ کے مضامین نجم الدین محمد الدرکانی کی شرح ''اختصار الرواية على مختصر الوقاية'' سے بتانے میں زیادہ سہولت محسوس ہوئی۔ یہ کتاب ''شرح النقاية'' (فتح باب العناية) کا جامع اختصار بھی ہے، یعنی ''مختصر الوقاية لصدر الشريعة'' کے حل اور تفہیم کے لیے ان کے پوتے عبید اللہ کی شرح کے بجائے درکانیؒ کی شرح کو زیرِ غور لایا جائے تو شاید معروف ''شرح الوقاية'' کی کتاب فہمی میں صرف ہونے والا وقت مسائل کے استحضار واستقصاء کے لیے بچ جائے گا۔

ہدایہ کی تدریس

''الهداية''، ''بداية المبتدی'' کی شرح ہے جو کفایت المنتہی ۸۰ مجلدات کی تلخیص ہے (''الهداية في شرح بداية المبتدي''، علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل ابی الحسن برہان الدین المرغینانی [متوفی: ۵۹۲ھ]) ''بداية المبتدي'' دو معتبر ترین متون کا مجموعہ ہے: ایک امام شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی ''الجامع الصغير'' دوسری امام ابوالحسن القدوری کی ''المختصر''، اس سے ہدایہ کی جامعیت اور استنادی حیثیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ پھر صاحبِ ہدایہ کے مقام ومرتبہ کے بارے میں اہلِ علم کے ہاں تفصیل ہے کہ انہیں مجتہد فی المذہب قرار دیا جائے یا اصحاب الترجیح میں شمار کیا جائے۔ اکثر اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ آپ کی اجتہادی شان کا تقاضا تو یہ ہے کہ مجتہد فی المذہب قرار پائیں، یعنی اصول میں اپنے امام کے مقلد اور فروع میں آزاد رہیں، اس سے یہ اندازہ لگایا جائے کہ صاحبِ ہدایہ کے اپنے اقوال اور اپنی تفریعات بھی فقہ حنفی میں قابلِ اعتبار اضافہ شمار ہوتی ہیں، بایں ہمہ اگر متعدد اقوال کے ضمن میں وہ ''أقول'' یا ''قال العبد الضعيف'' فرمائیں تو اس کا مطلب ترجیح راجح ہوگا۔

- اس تفصیل کا مدعا یہ ہے کہ ہدایہ نقلِ مذہب میں جہاں معتمد ہے وہاں ترجیح میں بھی اُسے ایک مقام حاصل ہے، اس لیے ہدایہ کی تدریس کے دوران اس کی منزلت کا خیال رہنا چاہیے، اور اس کے شایانِ شان محنت کرنی چاہیے، یہ کتاب اس لیے بھی سخت محنت کی مستحق ہے کہ درسِ نظامی میں فقہی ابواب کو احاطہ کرنے والی واحد مفصل ومدلل کتاب ہے۔
- ہدایہ کی تدریس کے دوران صاحبِ کتاب کے صنیعِ خاص کا لحاظ بھی رہنا ضروری ہے،

بالخصوص نقلِ مذاہب اور بیانِ ادلہ میں۔ نقلِ مذاہب میں تصحیح التزامی کے طور پر مدلل ومفصل/ راجح قول کو سب سے آخر میں ذکر فرماتے ہیں، پھر اس کی قوتِ دلیل اور وجۂ ترجیح کی طرف مختصر یا مفصل انداز میں توجہ دلاتے ہیں۔

● اس کی تفصیل ہدایہ اخیرین کے ابتدائیہ میں علامہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے درج ہے۔ یہاں پر یہ امر بھی قابلِ اعتناء ہے کہ صاحبِ کتاب نے متعلقہ مسئلہ سے متعلق جتنے اقوال اور جس ترتیب سے ذکر فرمائے ہیں اسی تعداد اور ترتیب تک محدود رہا جائے، اِدھر اُدھر جانے سے معلومات کا فائدہ تو ہوسکتا ہے، لیکن فہمِ کتاب کا مقصد بھی متاثر ہوسکتا ہے، اس لیے کتاب فہمی کی غرض سے کتاب کے محتویات تک محدود رہنا افضل ہے۔ ہاں! اگر سارے طلبہ استعداد والے ہوں اور کتاب کو خود حل کرنے کی لیاقت رکھتے ہوں تو پھر پوری کتاب کو ’’الفقه المقارن ‘‘ بنادیں، بہت اچھی بات ہے، پھر نقلِ مذاہب کے لیے دوسرے مذاہب کی معتمد کتب کی طرف جائیں، ان کے اقوال اپنی کتب سے نقل کرنے پر اکتفا نہ کریں، اور نقل ورَد میں ابتدائی بہترین نمونے کے طور پر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ’’**كتاب الحجة علٰى أهل المدينة** ‘‘ اور امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ کی ’’**التجريد للإمام القدوري** ‘‘ (**الموسوعة الفقهية المقارنة**) کو بنیاد بنایا جائے۔

● نقلی دلائل کے لیے ’’**نصب الراية لأحاديث الهداية للزيلعي** [متوفی: ۷۶۲ھ]‘‘ کو بنیاد بنایا جائے۔ نقلِ مذاہب اور ادلۂ مذاہب میں ’’**نصب الراية** ‘‘ کی ایک اہم خصوصیت جو کسی اور کتاب میں نہیں ہے وہ یہ کہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ مذاہب اور دلائل کے نقل میں تعصبِ مذہبی سے محفوظ ہیں، جتنا زور اپنے مسلک کی حمایت میں لگاتے ہیں اتنا ہی اہتمام خصم کی بات اور دلیل کو نقل کرنے میں صرف کرتے ہیں، یہ امتیاز بلا مبالغہ کسی مسلک کی کسی کتاب یا صاحبِ کتاب کو حاصل نہیں ہے۔

● جہاں تک عقلی دلائل کا تعلق ہے، عقلی دلائل میں فقہی اصول، قواعد، ضوابط اور تعلیلات کو توجہ سے یاد کیا اور کرایا جائے، ان کی مدد سے فہم وتفہیم میں سہولت رہے گی، ان قواعد کا حفظ اور اجراء یہ کتاب کی فہم وتفہیم کے لیے کلیدی حیثیت کا حامل ہے۔

● نیز عقلی دلائل میں صاحبِ ہدایہ کا ایک خاص انداز ہے منطقی استدلال کا، اس منطقی استدلال سے قبل ان اصطلاحات سے آگاہی درکار رہوگی، مثلاً: دلیل ’’لِـمّـي ‘‘ اور ’’إنّـي ‘‘ کسے کہتے ہیں؟! قیاسِ اقترانی اور استثنائی کا کیا مطلب ہے؟! لازم الشیء اور ملزوم الشیء کی تعبیر کیا ہوگی؟ ان اصطلاحات سے واقفیت اور مناسبت کے بغیر ہدایہ ایک گنجلک کتاب محسوس ہوگی۔

● ہدایہ کے حل کے لیے ’’**العناية** ‘‘ لاکمل بابرتیؒ (’’**العناية في شرح الهداية** ‘‘ محمد بن

محمد بن محمود اکمل الدین ابوعبداللہ بن شیخ شمس الدین بن شیخ جمال الدین الرومی البابرتی ؒ [متوفی: ۷۸۶ھ]) اور ’’الکفایۃ‘‘ از امام اسماعیل بیہقی ؒ سے مدد لی جائے۔ ’’النہایۃ‘‘ لحسام الدین اگر دستیاب ہو تو اس کی تفہیم سب سے شائستہ اور سہل ہے۔ اس کا اندازہ ہدایہ کے حواشی میں ’’النہایۃ‘‘ کے حوالوں سے لگایا جاسکتا ہے۔

● دیگر تفصیلات کے لیے محقق ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کی ’’فتح القدیر‘‘ اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی ’’البنایۃ‘‘ سے استفادہ کیا جائے۔ ’’البنایۃ‘‘ حلِ کتاب اور بیانِ دلائل دونوں کے لیے عمدہ ہے۔

● ہدایہ ہو یا فقہ کی کوئی بھی کتاب ہو، ہر باب کے اختتام پر تمرینات کی ترتیب بنائی جائے، یہ ترتیب زبانی بھی ہوسکتی ہے اور تحریری بھی، مثلاً: خواندگی میں جو مسائل آئے ہیں ان کی فرضی صورت بنا کر طالب علم سے مسئلہ کا حکم پوچھا جائے، اس سے بہتر صورت یہ ہوگی کہ استاذ ہر باب کے اختتام پر اس سے ایسا جامع سوال نامہ تیار کرے جو پورے باب کے سارے مسائل یا اہم اہم مسائل سے متعلق ہو، یہ سوال نامہ جہاں باب کے مسائل کو ضبط کرنے میں معاون ہوگا، طلبہ کو امتحانی سوالات کی تیاری کے لیے مساعد بھی ہوگا۔ **(جاری ہے)**

شرعی عائلی احکام کی دفعہ بندی:

مفتی شعیب عالم
اُستاذ ومفتی دارالافتاء جامعہ

متن قانونِ ثبوتِ نسب (دوسری قسط)

فصلِ دوم: نکاحِ فاسد

دفعہ۱۲۔ نکاحِ فاسد کی صورت میں ثبوتِ نسب:

(۱) نکاحِ فاسد میں متارکت یا تفریق سے پہلے جو اولاد پیدا ہو وہ شوہر کے اقرار یا تصدیق کے بغیر بھی صحیح النسب قرار پائے گی اور لعان سے بھی ان کا نسب منتفی نہ ہوگا، مگر شرط یہ ہے کہ:

الف۔ دخول کے بعد اقل مدتِ حمل گزر چکی ہو۔

ب۔ شوہر بالغ یا مراہق ہو۔

ج۔ زوجین میں عدم یکجائی کا ثبوت نہ ہو۔

دخول کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں ولادت کی صورت میں نومولود ثابت النسب نہیں قرار پائے گا، اگرچہ عقد کے بعد چھ ماہ گزر چکے ہوں، ماسوا اس صورت کے کہ شوہر دعوائے نسب کرے، مگر شرط ہوگا کہ زنا کی تصریح نہ کرے۔

(۲) جو اولاد نکاح کی تنسیخ بذریعہ متارکت یا تفریق کے بعد اکثر مدتِ حمل کے اندر پیدا ہو، وہ صحیح النسب کہلائے گی۔

فصلِ سوم: شبہ

دفعہ۱۳۔ شبہ کی صورت میں ثبوتِ نسب

جو بچہ محل یا عقد کے شبہ میں وطی کے نتیجے میں پیدا ہو وہ واطی سے ثابت النسب کہلائے گا، جب کہ واطی اس کے نسب کا دعویٰ کرے۔

اگر وطی فعل کے شبہ کی بنا پر ہو تو اولاد غیر صحیح النسب کہلائے گی، مگر یہ کہ کوئی شبِ زفاف میں اپنی حقیقی زوجہ کے گمان میں کسی اجنبیہ سے وطی کرلے، جب کہ اسے باور کرایا گیا ہو کہ وہ اس کی حقیقی زوجہ ہے۔

بابِ چہارم

ثبوتِ نسب درصورتِ تفریق

دفعہ ۱۴۔ معتدہ جو عدت گزرنے کا اقرار کرتی ہو:

معتدہ جو عدت گزرنے کا اقرار کرتی ہو، خواہ:

مطلقہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ

مراہقہ ہو یا کبیرہ

عدت نکاح صحیح کی ہو یا فاسد کی

عدت طلاق کی ہو یا وفات کی یا کسی دیگر شرعی سبب تنسیخ کی بنا پر ہو

اگر طلاق کی عدت ہو تو طلاقِ رجعی ہو یا بائن

اگر طلاق بائن ہو تو بینونتِ صغریٰ ہو یا کبریٰ

اگر طلاق یا وفات یا تنسیخ جیسی صورت ہو، کے بعد چھ ماہ کے اندر بچہ پیدا ہو تو نومولود ثابت النسب کہلائے گا، مگر شرط ہوگا کہ:

الف: مدت اس قدر ہو کہ جس میں عدت گزر سکتی ہو۔

ب: عدت گزرنے کا اقرار فوری ہو۔

استثناء: آیسہ اگر عدت گزرنے کا اقرار کرے اور پھر دو سال سے کم مدت میں بچہ کو جنم دے تو نومولود کا نسب ثابت ہوگا۔

دفعہ ۱۵۔ معتدہ بائنہ سے ثبوتِ نسب:

(۱) انقطاعِ زوجیت کے بعد، ثبوتِ نسب درج ذیل شرائط کے ساتھ مشروط ہوگا:

الف۔ بچہ دو سال یا اس سے کم مدت میں تولد ہوا ہو۔

ب۔ عورت مدخولہ ہو۔

ج۔ معتدہ عدت گزرنے کا اقرار نہ کرتی ہو۔

استثناء: جڑواں بچوں کی پیدائش کی صورت میں اگر ایک بچہ مدتِ حمل کے اندر پیدا ہو تو دونوں بچے ثابت النسب کہلائیں گے۔

دوسال سے زائد مدت میں ولادت سے بچہ ثابت النسب نہیں کہلائے گا، مگر یہ کہ شوہر نسب کا دعویٰ کرے، بہ شرط یہ کہ زنا کی تصریح نہ کرے، عورت کی تصدیق کی ضرورت نہ ہوگی۔

(۲) معتدہ عدت گزرنے کا اقرار کرتی ہے تو:

قطعِ زوجیت کے چھ ماہ سے کم مدت میں ولادت کی صورت میں بچہ کا نسب باپ سے قائم ہوگا۔

چھ ماہ یا اس سے زائد مدت کی صورت میں جوازِ نسب قائم نہ سمجھا جائے گا، خواہ ولادت:

الف۔ انقطاعِ نکاح کے دوسال کے اندر ہو۔

ب۔ دوسال سے کم مدت میں ہو۔

ج۔ چھ ماہ کی مدت میں ہو۔

دفعہ ۱۶۔ بیوہ سے ثبوتِ نسب:

(۱) بیوہ، بہ شرط یہ کہ:

الف۔ مراہقہ نہ ہو۔

ب۔ عدتِ وفات گزرنے کا اقرار نہ کرتی ہو۔

اگر شوہر کی تاریخ وفات کے بعد دوسال کے اندر بچہ جنم دے تو بچہ صحیح النسب کہلائے گا۔

اگر بیوہ شوہر کی وفات کے بعد دوسال سے زائد مدت میں بچہ جنم دے تو وہ ثابت النسب نہیں کہلائے گا، مگر یہ کہ میت کے ورثاء نسب کا دعوی کریں۔

(۲) بیوہ عدت گزرنے کا اقرار کرتی ہو تو ثبوتِ نسب کے لیے لازم ہے کہ:

الف۔ بچہ اقرار کے بعد چھ ماہ کے اندر پیدا ہو۔

ب۔ شوہر کی تاریخ وفات سے دوسال کے اندر پیدا ہو، بنابریں:

اگر اقرار کے پورے چھ ماہ بعد یا چھ ماہ سے زیادہ مدت میں بچہ کی پیدائش ہوئی تو جوازِ نسب قائم نہ ہوگا، خواہ، ولادت:

وفات کے بعد دوسال کے اندر ہو۔

کامل دوسال میں ہو۔

دوسال سے زائد مدت میں ہو۔

توضیح: شق اول کی ذیلی شق ب میں اگر نسب کی تصدیق کرنے والے ورثاء اہل

شہادت ہوں تو نسب تمام لوگوں کے حق میں ثابت سمجھا جائے گا، اگر اہلِ شہادت نہ ہوں تو صرف مقرین کے حق میں نسب ثابت ہوگا۔

دفعہ ۱۷۔ مراہقہ سے ثبوتِ نسب:

(۱) مراہقہ اگر مدخولہ نہ ہو تو:

الف۔ چھ ماہ سے کم مدت میں ولادت سے بچہ ثابت النسب ہوگا۔

ب۔ چھ ماہ یا اس سے زیادہ مدت میں ولادت کی صورت میں بچہ ثابت النسب نہیں ہوگا۔

(۲) مراہقہ اگر مدخولہ ہو اور عدت گزرنے کا اقرار کرے تو:

الف۔ اقرار کے بعد چھ ماہ کے اندر پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب ہے۔

ب۔ چھ ماہ یا اس سے زائد میں پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب نہیں ہے۔

(۳) مراہقہ اگر عدت گزرنے کا اقرار نہ کرتی ہو تو:

الف۔ اگر حمل کا دعویٰ ہو تو کبیرہ کا حکم رکھتی ہے۔

ب۔ اگر حمل کا دعویٰ نہ ہو تو طلاق کے بعد نو ماہ سے پہلے بچہ پیدا ہو تو ثابت النسب ہے، ورنہ نہیں۔

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک طلاقِ بائن کی صورت میں دو سال تک اور رجعی کی صورت میں ستائیس مہینے تک بچہ ثابت النسب کہلائے گا۔

فصلِ دوم

دفعہ ۱۸۔ ثبوتِ نسب وولادت اور تعیینِ ولادت میں اختلاف:

(۱) زمانۂ زوجیت کے قیام کی حالت میں شوہر:

الف۔ نسب کی تصدیق کرے، یا

ب۔ سکوت برتے

بہر دو صورت نسب ثابت ہے۔

اگر شوہر نسب کا انکار کرے تو:

الف۔ نکاحِ صحیح کی صورت میں بجز لعان، نسب کی نفی کا اور کوئی طریقہ نہیں۔

ب۔ نکاحِ فاسد کی صورت میں انکارِ نسب کے لیے لعان کا عمل بھی مؤثر نہیں۔

(۲) حالتِ قیامِ نکاح میں اگر شوہر بچہ کی ولادت کا انکار کرے تو ایک:

الف۔ آزاد

ب۔ عاقلہ

ج۔ بالغہ

د۔ مسلمان

عورت کی گواہی، خواہ:

دایہ ہو یا کوئی اور ہو، یا

ایک ایسے عادل مرد کی گواہی جس نے بوقتِ ولادت دانستہ نگاہ نہ ڈالی ہو، ثبوتِ ولادت کے واسطے کافی ہے۔

(۳) معتدہ رجعیہ اگر:

عدت کے اختتام پذیر ہونے کی مدعیہ نہ ہو، اور

دوسال سے زائد مدت میں بچہ جنم دے، اور

شوہر بچہ کی ولادت کا انکار کرے تو ذیلی شق ۲ کے احکام کے بموجب عمل درآمد ہوگا۔

(۴) انقطاعِ زوجیت کی صورت میں خواہ انقطاع:

الف۔ طلاق بائن کی وجہ سے ہو، یا

ب۔ شوہر کی وفات کی وجہ سے ہو، یا

ج۔ کسی اور شرعی سبب فسخ کی بنا پر ہو۔

اگر معتدہ مدتِ حمل میں ولادت کی مدعیہ ہو اور شوہر یا اس کے ورثاء منکر ہوں، تو ثبوتِ ولادت کے واسطے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک کامل شہادت درکار ہوگی، مگر یہ کہ:

شوہر نے حمل کا اعتراف کیا ہو، یا

حمل کا ہونا بالکل واضح ہو۔

(۴) اگر شوہر نومولود کی ولادت کا معترف مگر تعیین اور شناخت میں اختلاف کرے تو ایک:

الف۔ آزاد

ب۔ عاقلہ

ج۔ بالغہ

عورت کی گواہی درکار ہوگی، جب کہ صاحبین کے نزدیک درج بالا تمام صورتوں میں ایک عورت کی یا ایک مرد کی جس نے دانستہ نگاہ نہ ڈالی ہو' کافی ہے۔

توضیح: ظہورِ حمل سے مراد یہ ہے کہ حاملہ چھ ماہ سے قبل بچہ جن دے، دوسرا قول یہ ہے کہ حمل کی علامات اس قدر ظاہر ہوں کہ اس سے حمل کا غلبۂ ظن ہو جائے۔

بابِ پنجم

اقرار

فصلِ اول: براہِ راست اقرار

دفعہ۱۹۔ مرد کی طرف سے اقرارِ ولدیت:

(۱) کسی مرد کی طرف سے اقرارِ ولدیت سے قیامِ نسب متذکرہ ذیل شرائط کے ساتھ مشروط ہوگا:

الف۔ فریقین کے عمریں ایسی ہوں کہ اقرار کنندہ مقرلہٗ کا باپ ہوسکتا ہو۔

ب۔ مقرلہٗ مجہول النسب ہو۔

ج۔ ولدیت کا اقرار زنا کی تصریح کے ساتھ نہ ہو۔

د۔ اقرار کو مقرلہٗ نے مسترد نہ کیا ہو، جب کہ وہ (جمہور کے نزدیک) عاقل و بالغ اور احناف کے نزدیک سمجھدار ہو۔

ھ۔ اقرارِ نسب متنازع نہ ہو، مثلاً: کوئی اور شخص بھی مقرلہٗ کے نسب کا مدعی نہ ہو۔

و۔ مقرلہ حیات ہو، مگر یہ کہ اس کی کوئی اولاد ہو تو فوت شدہ شخص کے متعلق بھی اقرارِ ولدیت درست ہوگا۔

ز۔ کوئی ایسا منفی قرینہ قائم نہ ہو جس کی بنا پر مقرلہٗ، مقر کی جائز اولاد نہ ہوسکتا ہو۔

شرائط بالا کی موجودگی میں جواز نسب قائم ہوگا، خواہ
مقرلہ لڑکا ہو یا لڑکی، اور خواہ
مقر مرضِ وفات کے اندر ہی مبتلا کیوں نہ ہو
اقرارِ ولدیت کے اثر سے فریقین کے درمیان شرعی حقوق اور ذمہ

داریاں پیدا ہوں گی۔

مقرلہٗ مقر کے ورثاء کے ساتھ وراثت میں شریک ہوگا، اگرچہ مقر کے ورثاء مقرلہٗ کے نسب کا انکار کریں۔

مقرلہٗ مقر کے باپ سے بھی حصہ رسدی کا مستحق ہوگا، اگرچہ وہ مقرلہ کے نسب کا انکار کرتا ہو۔

(۲) اگر کوئی عورت مقر کی وفات کے بعد بایں طور مدعیہ ہو کہ وہ مقر کی زوجہ ہے اور مقر لہٗ مقر سے اس کی جائز اولاد ہے تو شرائط ذیل کی موجودگی میں وہ بھی مقر کی وارثہ قرار پائے گی:

الف۔ مدعیہ کا مقرلہٗ کی ماں ہونا مشہور ومعروف ہو۔

ب۔ مدعیہ کا مسلمان ہونا مشہور ومعروف ہو۔

ج۔ مدعیہ اصلاً آزاد ہو یا مقرلہٗ کی ولادت سے دوسال پیشتر آزاد ہوچکی ہو۔

اگر مقر کے ورثاء انکار کریں کہ مدعیہ:

مقر کی زوجہ نہ ہے، یا

مقرلہٗ کی والدہ نہ ہے، یا

مقر کی وفات کے وقت وہ مسلمان نہ تھی

تو مدعیہ مقر کی وارثہ نہیں قرار پائے گی، یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جب کہ:

مدعیہ کا آزاد ہونا، یا

مقرلہ کی ماں ہونا، یا

مسلمان ہونا معلوم نہ ہو، اگرچہ مقر کا کوئی وارث اختلاف نہ کرتا ہو، مگر یہ کہ مدعیہ شہادت کے ساتھ امر متنازع ثابت کردے۔

استثناء: ولد الملاعنہ کا دعویٰ نسب اور ملاعن کے علاوہ کسی اور کے ساتھ اس کے نسب کا الحاق جائز نہ ہوگا۔

توضیح: ولد الملاعنہ کا استثناء شق ا کی ذیلی شق ب سے ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ملاعن کے حینِ حیات امکان رہتا ہے کہ وہ اپنے قول سے رجوع کرتے ہوئے اپنے اس دعوی کو جھٹلادے کہ بچہ اس کا نہیں ہے۔

دفعہ۲۰۔عورت کی طرف سے اقرارِ ولدیت:

(۱) اگر کوئی عورت جو نہ کسی کی منکوحہ ہو اور نہ معتدہ، اور کسی کے متعلق اقرارِ ولدیت کرے تو شرط ہوگا کہ:

الف۔ فریقین کے عمریں ایسی ہوں کہ اقرار کنندہ عورت مقرلۂ کی ماں ہوسکتی ہو۔

ب۔ مقرلۂ کا مادری نسب مجہول ہو۔

ج۔ ولدیت کا اقرار زنا کی تصریح کے ساتھ نہ ہو۔

د۔ اقرار کو مقرلۂ نے قبول کیا ہو، بہ شرط یہ کہ وہ تصدیق کا اہل ہو، مثلاً ممیّز ہو، اگر مقرلۂ تصدیق کا اہل نہ ہو تو پھر تصدیق شرط نہ ہوگی۔

ھ۔ اقرارِ نسب متنازع نہ ہو، مثلاً: کوئی اور عورت مقرلۂ کی ماں ہونے کی دعوی دار نہ ہو۔

و۔ کوئی ایسا منفی قرینہ قائم نہ ہو جس کی بنا پر مقرلۂ، مقر کی جائز اولاد نہ ہوسکتا ہو۔

(۲) الف: جو کوئی عورت کسی کی منکوحہ ہو اور اقرار کرے کہ کوئی بچہ اس کے شوہر سے اس کی جائز اولاد ہے اور شوہر تصدیق کرے تو مقرلۂ کا نسب مدعیہ اور اس کے شوہر دونوں سے قائم سمجھا جائے گا، اگر شوہر انکار کرے تو شہادت کی اہلیت رکھنے والی ایک عورت کی گواہی، خواہ دایہ ہو یا کوئی اور، یا ایک عادل مرد کی گواہی کافی ہوگی۔

ب: یہ حکم اس صورت میں بھی ہے کہ جب کوئی عورت طلاقِ رجعی کی عدت میں ہو اور اکثر مدتِ حمل گزرنے کے بعد بچے کو جنم دے۔

(۳) اگر کوئی عورت کسی کی منکوحہ ہو اور اقرار کرے کہ کوئی بچہ اس کے شوہر کے علاوہ کسی اور سے اس کی اولاد ہے تو شق ۲ کے احکام کے تحت عمل درآمد ہوگا، تاہم شوہر کی تصدیق کی ضرورت نہ ہوگی۔

(۴) جو کوئی عورت قطعِ زوجیت کے بعد کسی بچے کے متعلق اقرارِ ولدیت کرے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کامل گواہی درکار ہوگی، جب کہ صاحبینؒ کے نزدیک شہادت کی اہلیت رکھنے والی ایک عورت کی گواہی کافی ہوگی۔

توضیح (۱) شق ۲ میں مذکور انقطاعِ زوجیت خواہ بوجہِ طلاقِ بائن ہو یا بسبب وفاتِ شوہر ہو یا

کسی اور شرعی سببِ تنسیخ کی بنا پر ہو۔

توضیح (۲) شق ۲ کی ذیلی شق ب کا حکم مثلِ منکوحہ اس لیے ہے کہ احناف کے نزدیک اگر معتدہ رجعیہ اکثر مدتِ حمل کے بعد بچہ جنم دے اور وہ عدت گزرنے کا اقرار نہ کرتی ہو تو ولادتِ رجعت کہلاتی ہے، اس لیے یہ عورت بمنزلہ منکوحہ کے ہے اور منکوحہ اپنا دعویٰ ایک عورت کی شہادت سے ثابت کرسکتی ہے۔

دفعہ ۲۱۔ پدری اور مادری رشتہ کا اقرار:

جو کوئی مجہول النسب لڑکا یا لڑکی، کسی مرد کے متعلق اپنے باپ ہونے کا اقرار کرے، اور:

(۱) ظاہری حالات وواقعات سے اقرار کی تکذیب نہ ہوتی ہو

(۲) اقرار کنندہ کا باپ معروف نہ ہو

(۳) اقرار کنندہ زنا کے سبب اس مرد کو اپنا باپ قرار نہ دیتا ہو

(۴) کوئی منفی قرینہ اقرار کی تکذیب پر قائم نہ ہو

(۵) اور وہ مرد جس کے متعلق اقرار کیا گیا ہے، تصدیق کرتا ہو

تو مقر اور مقرلہٗ کے مابین پدری اور فرزندی کا رشتہ ثابت قرار پائے گا اور اس رشتے کے حقوق وفرائض دونوں پر عائد ہوں گے۔

اگر مقرلہٗ انکار کرے تو اقرار کے ثبوت کے لیے کامل شہادت درکار ہوگی اور اگر مقر شہادت گزارنے سے قاصر رہے تو مقرلہٗ کا انکار حلف کے ساتھ معتبر ہوگا۔

یہی حکم اس صورت میں بھی ہے کہ جب کوئی لڑکا یا لڑکی کسی عورت کے متعلق مادری رشتہ کا اقرار کرے۔

فصل دوم: بالواسطہ اقرار

دفعہ ۲۲۔ اُخوت کا اقرار:

جو کوئی عاقل وبالغ شخص اپنے والد کی وفات کے بعد کسی مجہول النسب شخص کے متعلق اپنے بھائی ہونے کا اقرار کرے اور میت کے دیگر ورثاء انکار کریں تو اقرار کا اثر صرف مقر کی ذات تک محدود رہے گا اور مقرلہٗ، مقر کے حصۂ وراثت میں نصف حصے کا مستحق ہوگا۔

شرط: پدری اور مادری رشتہ کے اقرار کی جو شرائط ہیں، وہ لاگو ہیں۔ **(جاری ہے)**

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

سورۃ النمل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ پر ایک استنباطی نظر اور تین کا عدد

مولانا فخر الاسلام المدنی
اُستاذِ جامعہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوٗدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَأُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ حَتّٰی إِذَا أَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَّا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۔'' (النمل:۱۵-۱۸)
إلٰی قولہٖ تعالٰی: ''قَالَتْ رَبِّ إِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔'' (النمل:۴۴)

مذکورہ آیات دو رکوع پر مشتمل ہیں، ان میں غور وفکر کرنے کے بعد حیرت انگیز طور پر ثلاثیات کی شکل میں فوائد کا ایک بڑا ذخیرہ سامنے آگیا، جو نذرِ قارئین ہے۔

ہم سب اس بات کو جانتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں طاق عدد کو ایک بڑی اہمیت حاصل ہے، خاص طور پر تین کے عدد کو، مثلاً: نماز میں تسبیحات یا طہارت کے مسائل میں، اسی طرح وتر کی بھی تین رکعتیں ہیں، نیز نماز کے بعد تین قسم کی تسبیحات، وغیرہ۔

البتہ جس طرح بلاغت کے فنِ بدیع میں محسناتِ معنویہ اور محسناتِ لفظیہ ہوتے ہیں، اسی طرح ان فوائد میں کچھ کا تعلق لفظ سے ہے، اور کچھ کا تعلق معنی سے ہے، تاہم ہمارے لیے قرآن کے الفاظ بھی اتنا اہم ہیں جتنا معنی ہے۔

- مذکورہ آیاتِ کریمہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ تین قسم کی مخلوقات کے ساتھ متعلق ہے:
۱:- چیونٹی ۲:- پرندہ (ھدھد) ۳:- انسان (بلقیس)

● آیت کریمہ میں تین طرح کے لشکر کا تذکرہ ہے:

۱:-جن ۲:-انس ۳:-طیر

’’وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُوْنَ .‘‘

● نیز ’’جُنُوْد‘‘ کا لفظ بھی تین مرتبہ استعمال ہوا ہے:

۱:-’’وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُوْنَ .‘‘

۲:-’’لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ .‘‘

۳:-’’اِرْجِعْ إِلَيْهِمْ فَلَنَأْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُم بِهَا .‘‘

● ’’جُند‘‘ کا معنی فوج اور لشکر، جس سے بری، بحری اور فضائی تین قسم کی فوج کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے: ’’وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُوْنَ .‘‘

۱:-’’الطَّيْرِ‘‘ فضائی قوت کی طرف اشارہ ہے: ’’ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ‘‘ جو ایک ڈرون کی طرح جاسوسی کا تصور ہے۔

۲:-’’الْإِنْسِ‘‘ سے مراد بری فوج ہے۔

۳:-اور ’’الْجِنِّ‘‘ سے بحری قوت مراد ہے، اس لیے کہ ’’وَالشَّيَاطِيْنَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَّغَوَّاصٌ‘‘ فرمایا، نیز ’’وَالشَّيَاطِيْنَ يَغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ.‘‘ عربی میں غواص آج کل آبدوز کو کہتے ہیں، جو بحری قوت کا اہم حصہ شمار ہوتا ہے۔

● مذکورہ تینوں مخلوقات میں سے ہر ایک کی عملی مثال ونمونہ بھی پیش کیا گیا:

۱:-’’وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ‘‘ (عفریت کا تذکرہ)

۲:-’’وَالْإِنْسِ‘‘ (آصف بن برخیا کا قصہ)

۳:-’’وَالطَّيْرِ‘‘ (ھدھد کا واقعہ)

● حضرت سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ تین مرتبہ تبعاً اور تین مرتبہ قصہ کے ضمن میں اصالۃً (یعنی بنیادی طور پر) ہوا ہے، کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام قصہ کا محور ومرکز ہیں، تو ان کا تذکرہ نسبۃً دوگنا ہوا ہے:

۱:-ابتدائے قصہ میں: ’’وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ‘‘

۲:-درمیان میں: ’’فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَانَ‘‘

۳:-آخر میں: ’’وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلّٰهِ‘‘

● علم (مصدر) کا لفظ تین مرتبہ آیا ہے:

۱:-’’وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا‘‘

۲:-’’قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتَابِ‘‘

۳:-’’وَأُوْتِیْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَکُنَّا مُسْلِمِیْنَ‘‘

● کتاب کا لفظ تین مرتبہ آیا ہے:

۱:-’’اِذْهَبْ بِّکِتَابِیْ هٰذَا‘‘

۲:-’’قَالَتْ یَا أَیُّهَا الْمَلَأُ إِنِّیْ أُلْقِیَ إِلَیَّ کِتَابٌ کَرِیْمٌ‘‘

۳:-’’قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتَابِ‘‘

● ان آیاتِ کریمہ میں تین مرتبہ فضل کا لفظ آیا ہے:

۱:-’’وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ‘‘

۲:-’’وَأُوْتِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ‘‘

۳:-’’هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ لِیَبْلُوَنِیْ أَأَشْکُرُ أَمْ أَکْفُرُ وَمَنْ شَکَرَ فَإِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ کَفَرَ فَإِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ کَرِیْمٌ.‘‘

● واضح رہے کہ مذکورہ آخری آیت میں شکر کا کلمہ بھی تین مرتبہ مذکور ہے، جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ فضل کا تذکرہ تین مرتبہ آیا ہے، شاید اسی کی مناسبت سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین انعامات کی بنا پر تین مرتبہ شکر کے کلمات ادا کیے:

۱:-ابتدا میں:’’یَا أَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَأُوْتِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ.‘‘

۲:-درمیان میں:’’فَتَبَسَّمَ ضَاحِکًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِیْ أَنْ أَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ أَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ.‘‘

۳:-آخر میں:’’فَلَمَّا رَأٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ.‘‘

● واضح رہے کہ ’’الطَّیْرِ‘‘ کا لفظ بھی ان آیات کریمہ میں تین مرتبہ استعمال ہوا ہے:

۱:-’’وَحُشِرَ لِسُلَیْمَانَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّیْرِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ.‘‘

۲:-’’یَا أَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَأُوْتِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ.‘‘

۳:-’’وَتَفَقَّدَ الطَّیْرَ فَقَالَ مَا لِیَ لَا أَرَی الْهُدْهُدَ‘‘

● آیت میں نمل کا لفظ تین مرتبہ استعمال ہوا ہے:

۱:-’’حَتّٰی إِذَا أَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ‘‘

۲،۳:-’’قَالَتْ نَمْلَةٌ یَّا أَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسَاکِنَکُمْ‘‘ (وادی نملہ، ملکہ نملہ، رعیت)

● چیونٹی کے قصے سے تین چیزوں کی ضرورت اور اہمیت ثابت ہوتی ہے۔

۱:- ریڈار سسٹم کا تصور (تین کلومیٹر کے فاصلہ سے لشکر کی آمد کا چیونٹی کو پتہ لگ گیا)۔
۲:- ٹیلی گراف (برقی لہروں کا تصور) تین کلومیٹر کے فاصلہ سے آواز کا حضرت سلیمان علیہ السلام تک پہنچنا۔
۳:- ٹرانسلیشن کی اہمیت (حضرت سلیمان علیہ السلام کا چیونٹی کی بات کو سمجھنا): ''عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ ''
- چیونٹی نے تین کام کیے جو کسی بھی قیادت کے حوالہ سے اہم ہیں:
۱:- بروقت خطرہ کی اطلاع (خطرہ کا الارم): ''يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ''
۲:- خطرات کی نشاندہی: ''لا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ ''
۳:- حفاظتی تدابیر: ''ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ ''
- اس موقع پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو شکر کے کلمات ادا کیے ہیں، وہ تین دعاؤں پر مشتمل ہیں:
۱:- شکر کی توفیق: ''رَبِّ أَوْزِعْنِيْ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ ''
۲:- عمل صالح کی توفیق: ''وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ ''
۳:- حسنِ خاتمہ: ''وَأَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ ''
- واضح رہے کہ حسنِ خاتمہ سے متعلق قرآن مجید میں تین انبیاء کرام علیہم السلام کا تذکرہ آیا ہے:
۱:- حضرت ابراہیم علیہ السلام: ''رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّ أَلْحِقْنِيْ بِا الصَّالِحِيْنَ ''
۲:- یوسف علیہ السلام: ''تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّأَلْحِقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ ''
۳:- حضرت سلیمان علیہ السلام: ''وَأَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ ''
- حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد پرندے سے متعلق تین ہدایات دیں:
۱:- ''لَأُعَذِّبَنَّهُ '' ۲:- ''أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ '' ۳:- ''أَوْ لَيَأْتِيَنِّيْ بِسُلْطَانٍ مُّبِيْنٍ ''
- ملازمین کے لیے حاضری کے نظام سے متعلق تین اُمور معلوم ہوتے ہیں:
۱:- ضرورت کے مطابق وقتاً فوقتاً حاضری: ''وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ ''
۲:- غیر حاضری پر سزا: ''لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَاباً شَدِيْداً ''
۳:- مناسب عذر پر سزا معطل: ''أَوْ لَيَأْتِيَنِّيْ بِسُلْطَانٍ مُّبِيْنٍ ''
- ہدہد نے واپسی پر علاقہ کا سیاسی، فوجی اور اقتصادی نقشہ تین باتوں میں پیش کیا:
۱:- ''إِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ '' ۲:- ''وَأُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ''
۳:- ''وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ''
- پھر مذہبی نقشہ بھی تین باتوں میں پیش کیا:

۱:-''يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ'' (فسادِ عقیدہ)

۲:-''وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ'' (سبب فساد)

۳:-''فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ'' (امکان ہدایت)

● حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہدہد کے واقعہ سے بھی سلطنت کی تین اہم چیزوں کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے:

۱:-ڈاک کا نظام: ''اِذْهَبْ بِّكِتَابِيْ هٰذَا''

۲:-خفیہ جاسوسی نظام: ''ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ''

۳:-بیرونی ممالک کے ساتھ تعلقات (سفارتی نظام)

● انہی آیات میں سنی سنائی باتوں سے متعلق تین احکام:

۱:-سنی سنائی بات نہیں کرنی چاہیے: ''وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَّقِيْنٍ''

۲:-سنی سنائی بات پر یقین بھی نہیں کرنا چاہیے: ''سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ''

۳:-سنی سنائی بات کو بالکل نظر انداز نہیں کرنا چاہیے: ''اِذْهَبْ بِّكِتَابِيْ هٰذَا''

● خط کے مندرجات تین ہیں:

۱:-مرسل منہ: ''إِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمَانَ''

۲:-ابتداء خط: ''وَإِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ''

۳:-مضمون: ''أَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَأْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ''

● بلقیس کے قصہ سے تین باتیں واضح ہوتی ہیں:

۱:-قومی اسمبلی یعنی شورائی نظام: ''مَا كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ''

۲:-سیاست بلقیس: ''وَإِنِّيْ مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنَاظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ''

۳:-مغربی امداد کی حقیقت: ''أَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ''

● بلقیس کا خطاب قرآن کریم میں تین جگہ ''قَالَتْ'' کے صیغہ کے ساتھ مذکور ہے:

۱:-''قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ إِنِّيْ أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيْمٌ''

۲:-''قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُوْنِيْ فِيْ أَمْرِيْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ''

۳:-''قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوْكَ إِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً أَفْسَدُوْهَا''

● بلقیس ایک عقلمند خاتون تھی، جس کے تین نتائج نکلے:

۱:-عقلمندی قیادت کا سبب ہے: ’’إِنِّیْ وَجَدتُّ امْرَأَۃً تَمْلِکُھُمْ‘‘

۲:-عقلمندی سیاست کا سبب ہے: ’’وَإِنِّیْ مُرْسِلَۃٌ إِلَیْھِمْ بِھَدِیَّۃٍ فَنَاظِرَۃٌ بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ‘‘

۳:-عقلمندی ہدایت کا سبب ہے: ’’قَالَتْ رَبِّ إِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمَانَ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ‘‘

● حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین جملوں میں اپنا ردِعمل پیش کیا:

۱:-’’أَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ‘‘

۲:-’’فَمَا أٰتَانِیَ اللّٰہُ خَیْرٌ مِّمَّا أٰتَاکُمْ‘‘

۳:-’’بَلْ أَنْتُمْ بِھَدِیَّتِکُمْ تَفْرَحُوْنَ‘‘

● مغربی سیاست سے متعلق تین باتیں:

۱:-مغربی امداد کی حقیقت: ہمارا امتحان: ’’وَإِنِّیْ مُرْسِلَۃٌ إِلَیْھِمْ بِھَدِیَّۃٍ فَنَاظِرَۃٌ بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ‘‘

۲:-مغربی امداد کا حق: فوری مسترد اور اپنے وسائل پر انحصار: ’’أَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ‘فَمَا أٰتَانِیَ اللّٰہُ خَیْرٌ مِّمَّا أٰتَاکُمْ‘‘

۳:-مغربی امداد کا متبادل: (روحانی قوت کی قدر وحفاظت جس کی بنیاد پر حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلقیس پر ترجیح حاصل تھی، اور روحانیت کی حفاظت میں مدارس بنیادی طور پر سرِفہرست ہیں) ’’قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتَابِ أَنَا أٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ أَنْ یَّرْتَدَّ إِلَیْکَ طَرْفُکَ‘‘

● حضرت سلیمان علیہ السلام نے قومِ سبا کے متعلق دھمکی میں تین چیزوں کا ذکر کیا:

۱:-’’ارْجِعْ إِلَیْھِمْ‘‘ (ہدیہ کی واپسی)

۲:-’’فَلَنَأْتِیَنَّھُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَھُمْ بِھَا‘‘ (فوجی کارروائی کی دھمکی)

۳:-’’وَلَنُخْرِجَنَّھُمْ مِّنْھَا أَذِلَّۃً وَّھُمْ صَاغِرُوْنَ‘‘ (کارروائی کا مقصد یا نتیجہ)

● ایک ملازم یا مزدور میں تین خصوصیات ہونی چاہئیں:

۱:-کام میں تاخیر نہ کرے: ’’آتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ أَنْ تَقُوْمَ‘‘

۲:-قوی ہو: ’’وَإِنِّیْ عَلَیْہِ لَقَوِیٌّ أَمِیْنٌ‘‘

۳:-امانت دار ہو: ’’وَإِنِّیْ عَلَیْہِ لَقَوِیٌّ أَمِیْنٌ‘‘

● حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرشِ بلقیس کا تذکرہ تین مرتبہ کیا ہے:

۱:-''أَيُّكُمْ يَأْتِيْنِي بِعَرْشِهَا''

۲:-''قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا''

۳:-''أَهٰكَذَا عَرْشُكَ''

● اس واقعہ میں مذکورہ تین قوتوں کے استعمال کی نوبت نہیں آئی:

۱:-''قَالُوْا نَحْنُ أُوْلُوْا قُوَّةٍ وَأُولُوْا بَأْسٍ شَدِيْدٍ''

۲:-''قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ أَنَا أٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ أَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ''

۳:-''ارْجِعْ إِلَيْهِمْ فَلَنَأْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُم بِهَا''

● سب سے پہلے بیرونِ ممالک کا تبلیغی سفر ہدہد نے کیا، جس کے کل تین مراحل ہیں:

۱:-تقاضائے دعوت وتبلیغ: ''وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ''

۲:-دعوت وتبلیغ:: ''إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ''

۳:-نتیجۂ دعوت: ''قَالَتْ رَبِّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ'' یوں اللہ تعالیٰ نے ایک پرندہ کو ایک پوری قوم کی ہدایت کا سبب بنا دیا۔

● عام طور پر معاشرہ میں تین چیزوں کو کمزور سمجھا جاتا ہے، اس واقعہ میں اُن کا تذکرہ کرکے ان کی اہمیت کو بتایا گیا:

۱:-چیونٹی (نملۃ) ۲:-پرندہ (ہدہد) ۳:-عورت (ملکہ سبا)

● يَـا أَيُّهَـا الْمَلَأُ کا جملہ بھی تین مرتبہ استعمال ہوا ہے، دو مرتبہ بلقیس اور ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے استعمال کیا:

۱:-''يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ إِنِّيْ أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيْمٌ''

۲:-''يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُوْنِيْ فِيْ أَمْرِيْ''

۳:-''يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا''

● ''مُسْلِمِيْنَ'' کا کلمہ تین مرتبہ آیا ہے:

۱:-''أَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَأْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ''

۲:-''قَبْلَ أَنْ يَأْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ''

۳:-''وَأُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ''

● پورے قصہ کا خلاصہ تین باتوں میں نکلتا ہے:

۱:-خلافتِ سلیمان علیہ السلام ۲:-قیادتِ نملہ ۳:-سیاستِ بلقیس

مجموعی طور پر آیاتِ کریمہ میں دیگر فوائد ملاحظہ فرمائیں:

● بلقیس کے عرش کے مقابلہ میں ہدہد نے اللہ کے عرش کا ذکر کیا: ''اَللّٰہُ لَا إِلٰہَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ'' اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں ''وَأُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ'' آیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں بلقیس کے لیے ''وَأُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ'' کا ذکر ہے۔ اور دونوں میں تقابل کیا گیا تو نتیجہ: ''فَمَا أٰتَانِيَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّا أٰتَاكُمْ''

● اسباب کا بھرپور استعمال توکل کے منافی نہیں: ''اِذْهَبْ بِّكِتَابِيْ هٰذَا ،أَيُّكُمْ يَأْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا''

● خلقِ خدا میں کسی چیز کو حقیر نہ سمجھیں (چیونٹی اور پرندہ کا کردار)

● کثرتِ شکر، کثرتِ نعمت کا سبب ہے: ''هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ''

● روحانی قوت مادی قوت پر حاوی ہے: ''قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ''

● الهدايا قد تكون وراء ها خبايا (ہدیہ قبول کرنے میں احتیاط): ''وَإِنِّيْ مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ''

● حاملینِ علومِ نبوت کو احساسِ کمتری کا شکار نہیں ہونا چاہیے: ''فَمَا أٰتَانِيَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّا أٰتَاكُمْ''

● جب بڑا کردار ادا کرنے کا موقع مل جائے تو عاجزی کا اظہار کرنا چاہیے: ''هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ''

● عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے: ''مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ''، ''أَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ''

● عقیدۂ توحید کی اہمیت: ''إِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ''

● بعض معاملات میں جلدی کرنا بہتر ہے: ''أَيُّكُمْ يَأْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَّأْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ''

● مخالف کو کمزور نہ سمجھیں: ''قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوْكَ إِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً أَفْسَدُوْهَا''

● خط کے مضمون میں اختصار سے کام لینا چاہیے: ''أَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَأْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ''

● بڑوں کو عزت کی فکر ہوتی ہے: ''وَجَعَلُوْا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً''

● ہر عورت کم عقل نہیں ہوتی، جیسا کہ بلقیس کے اس واقعے سے اس کی سمجھداری کا پتہ چلتا ہے۔

● وقتاً فوقتاً دشمن کے خلاف زبانی دھمکی کارگر ہوتی ہے: ’’فَلَنَأْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَا أَذِلَّةً وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ‘‘

● دین کو عقل پر مقدم رکھنا چاہیے، جیسا کہ چیونٹی کا قصہ اور ہدہد پرندے کا جو بظاہر ہماری سمجھ میں نہیں آتا، مگر ہمارا ایمان ہے کہ یہ سچ ہے۔

● علم، فضیلت کا سبب ہے: ’’وَلَقَدْ أٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ‘‘

● ’’إِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ‘‘ (جو ذات چیونٹی سے غافل نہیں، وہ ہم سے کیوں غافل ہوگی)

● ملکۂ سبا اور ملکۂ نملہ میں ایک مناسبت: دونوں نے اپنی اپنی قوم کو خطرات سے بچانے کی کوشش کی۔

● ہم چیونٹیوں کے بارے میں ’’لَا يَشْعُرُوْنَ‘‘ کی رائے رکھتے ہیں، جب کہ وہ ہمارے بارے میں کہتی ہیں: ’’وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ‘‘

● نعمتوں کا برملا اظہار کرنا چاہیے: ’’يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ‘‘

● شکر توفیق کے بغیر نہیں ہوتا: ’’رَبِّ أَوْزِعْنِیْ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ‘‘

● ترتیب زمانی: پہلے حضرت داؤد علیہ السلام کا تذکرہ ہوا جو کہ باپ ہیں اور پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ ہوا جو اُن کے بیٹے ہیں، اسی طرح پہلے جن اور پھر انسان کا تذکرہ ہوا۔

واضح رہے کہ پورے قرآن کریم میں جہاں کہیں جن و انس کا تذکرہ ایک ساتھ ہوا، غالباً وہاں جن کو ان کی پیدائش کی وجہ سے مقدم کیا گیا ہے۔

● توبہ سے پہلے گناہ کا اعتراف ہونا چاہیے: ’’رَبِّ إِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ‘‘

● حکمرانوں کو دعوتی اور اصلاحی خط لکھنا ایک سنت عمل ہے: ’’اِذْهَبْ بِّكِتَابِیْ هٰذَا‘‘

● پہلی آیت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول مذکور ہے: ’’الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا‘‘ اور آخری آیت میں بلقیس کا قول: ’’وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ‘‘ گویا کہ ہمارے مضمون کی ابتدا ’’الْحَمْدُ لِلّٰهِ‘‘ اور انتہا ’’رَبِّ الْعَالَمِيْنَ‘‘ پر ہے۔ اس فائدے کو آخر میں رکھنے کا مقصد بھی یہی ہے: **وأٰخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین**

..... ❀ ..... ❀ ..... ❀ .....

''بینات'' کے ایک بزرگ قاری کا فکر انگیز مکتوب

ادارہ

ماہنامہ ''بینات'' (جمادی الاخریٰ ۱۴۴۰ھ مطابق مارچ ۲۰۱۹ء) میں مفتی عبد الرؤف غزنوی صاحب دامت برکاتہم کا مضمون ''انٹرنیٹ کے منفی استعمال کے نقصانات اور اُن سے بچنے کا طریقہ'' بطور اداریہ شائع ہوا۔ الحمد للہ! قارئین کرام نے بروقت اصلاح اور درست تنبیہ کی واضح افادیت محسوس کی۔ اس حوالے سے ''بینات'' کے ایک محترم و بزرگ قاری جناب مشتاق احمد انصاری صاحب کا خط موصول ہوا، نیک جذبات کے اظہار کے ساتھ بجائے خود کئی مفید نکات وفوائد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اسے افادۂ عام کے لیے نذرِ قارئین کیا جا رہا ہے۔
واضح رہے کہ ماہنامہ ''بینات'' میں قارئینِ کرام کے خطوط کی اشاعت کے لیے صفحات مختص نہیں ہیں۔ [ادارہ]

﴿ مکتوب ﴾

حضرت مفتی عبد الرؤف غزنوی مدظلہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ خاکسار ۱۹۸۰ء سے ''بینات'' کا مطالعہ انتہائی محبت وعقیدت سے کر رہا ہے۔ جمادی الاخریٰ ۱۴۴۰ھ کے پرچہ میں آپ کا مضمون انٹرنیٹ کے بارہ میں پڑھا۔ ''زامبیا'' کا سفر اور ہمیشہ کی طرح علماء سے آپ کی عقیدت اور محبت کی باتوں نے دل پر عجیب سرور قائم کیا۔ انٹرنیٹ کے سات نقصانات مجھ کوڑھ مغز کی سمجھ میں آئے، لیکن انٹرنیٹ سے بچنے کا راستہ سمجھ میں نہیں آیا۔ اپنا مختصر تعارف

یہ ہے کہ عمر تقریباً ۸۰ سال ہوگی۔ مطالعہ کے شوق کا یہ عالم ہے کہ کھانا بھلے ہی نہ ملے، لیکن کتب ملیں، جرمن بحری جہاز پر ریڈیو آفیسر ۲۰ سال رہا اور الیکٹرونکس کے تقریباً ہر شعبہ سے تعلق رہا۔ الحمد للہ! قوتِ ارادی اللہ تعالیٰ نے اچھی عطا کی ہے اور انٹرنیٹ سے بہت دور ہوں۔

۱۹۷۷ء میں جہاز جب جدّہ گیا تو عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ بیت اللہ کے چاروں طرف بڑے بڑے ''نوٹس بورڈ'' دیکھے جن پر چار زبانوں میں اطلاع تھی کہ تصویر حرام ہے، کیمرے بیت اللہ میں لے کر نہ جائیں۔ ہر باب (دروازے) پر محافظ اندر جانے والوں کے سامان کو چیک کرتے تھے، جس کے پاس کیمرہ ہوتا تھا، اس کو واپس کر دیتے تھے، لیکن مخالفینِ اسلام سخت محنت میں لگے رہے اور آخر کار موبائل میں کیمرہ نصب کر کے ایک دو نہیں ہزاروں لاکھوں کیمرے بیت اللہ میں پہنچا ہی دیئے۔

۱۹۲۰ء کے آس پاس اُن مخالفین نے ترکی میں اتاترک کی مدد سے ترکی زبان کا رسم الخط انگریزی میں کر دیا تھا۔ پاکستان میں بھی ۱۹۵۰ء کی دہائی میں ان مخالفین نے اردو کا رسم الخط انگریزی میں کرنے کی مہم چلائی تھی اور مولوی عبدالحقؒ کی تحریک نے ان کی مہم ناکام کر دی۔ لیکن اس محاذ پر بھی وہ لوگ محنت کرتے رہے اور اب موبائل میں اردو کے پیغامات انگریزی رسم الخط میں آ رہے ہیں اور اب محنت کر کے انٹرنیٹ کا وبال لے آئے ہیں اور یہ ایسا ''جن'' ہے جو اُن کے بھی اب قابو میں نہیں ہے جو اس کو بوتل سے باہر لائے تھے اور اس کی وجہ سے مسلمان کے لیے ایمان محفوظ کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ چونکہ الحمد للہ! آنجناب کو انٹرنیٹ کی خرافات بہت کم معلوم ہیں، اس لیے چند مزید خرافات کا ذکر کرتا ہوں: اس میں پانچ سال کے بچے سے لے کر ۱۰۰ سال کے بوڑھے تک کو اپنے جال میں پھنسائے رکھنے کے لیے ایسے پروگرام ہیں کہ جب تک ''آہنی قوتِ ارادی'' نہ ہو اُس وقت تک ایک بار بچہ یا بوڑھا ان کے جال میں آ گیا تو نکل نہیں سکتا۔ اس میں ہزاروں نوعیت کے کارٹون، ہزاروں طرح کے کھیل، نیم عریاں اور عریاں تصاویر، فلمیں، عریاں فلمیں، گانے، قوالیاں، لاکھوں طب کے طریقے، ٹوٹکے، لاکھوں انجینئرنگ کی باتیں، تمام مذاہب کی لاتعداد کتب، ہزاروں فیشن کے طریقے، آدمی کس طرح لڑکیوں کو پھانسے اور لڑکیاں کن طریقوں سے لڑکوں سے رابطے رکھیں، ان کو اپنے جال میں پھانسیں اور کس طرح جھوٹی سچی ویڈیو بنا کر انٹرنیٹ پر ڈالی جائے اور یہی نہیں ان کو انٹرنیٹ کی طرف سے اچھی خاصی رقم دی جاتی ہے۔ طوالت کی وجہ سے اور عرض نہیں کر رہا۔

انٹرنیٹ سے بچنے کا جو طریقہ اس ناکارہ کے ذہن میں آیا، وہ عرض کرتا ہوں:

میرے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ (میں اُن پر قربان) کے بارہ میں مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ کتاب ''شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ - ایک سیاسی مطالعہ'' مرتبہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری، صفحہ: ۶۷ پر لکھتے ہیں:

''مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ عالمِ جذب میں مولوی ظہیر الحسن -ایم اے- کاندھلوی مرحوم سے ان کے مکان پر فرمایا کہ میاں ظہیر! لوگوں نے مولانا حسین احمد کو پہچانا نہیں، خدا کی قسم! ان کی روحانی طاقت اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ اگر وہ اس طاقت سے کام لے کر انگریزوں کو ہندوستان سے باہر نکالنا چاہیں تو نکال سکتے ہیں۔''

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے جب مسلمانوں کے زوال کا سبب اور عروج کے طریقے کے بارہ میں پوچھا گیا تو فرمایا تھا کہ:

''زوال کا سبب علماءِ حق کا فقدان اور علماءِ سوء کی کثرت ہے۔''

اور اصلاح کے طریقے کے بارہ میں فرمایا تھا کہ:

''وہی طریقہ اختیار کیا جائے جس سے اُمت کی اصلاح ماضی میں ہوئی تھی۔''

آپ خوب جانتے ہیں کہ صحابہؓ کو شراب بہت زیادہ عزیز تھی، لیکن ایک تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی وجود کا اثر، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت سے یہ برائی ان کے معاشرہ سے کیسے ختم ہوئی!!!

آج انٹرنیٹ قوم کو جی جان سے زیادہ عزیز ہوگیا ہے اور اس سے نجات دلانے کا مجھ ناکارہ کے ذہن میں ایک ہی طریقہ آیا ہے کہ ہزاروں لاکھوں فقہاء، علماءِ حق، حکماء جو وارث ہیں نبوت کے کارِ خیر کے، اپنی انبیاء والی روحانی قوت بڑھا کر قوم پر اپنی روحانی قوت کا اثر ڈالیں اور مولانا محمد الیاسؒ کی دعوت وتبلیغ میں عملی طور سے جڑ کر کام کریں، جس کے بارہ میں میرے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''مولانا الیاسؒ کی بس یہی تحریک اُمت کی اصلاح کی آخری کرن ہے۔''

(بینات، جمادی الاولیٰ ۱۴۴۰ھ، ص: ۲۰)

جب تک انبیاء علیہم السلام والی محنت سے فقہاء، علماء، حکماء کا روحانی اثر اُمت میں خلط ہوکر اُمت کے دلوں میں خوفِ خدا اور آخرت پر غیر متزلزل یقین اور گناہوں سے شدید نفرت اور اعلیٰ قوتِ ارادی بیدار نہیں کریں گے قوم موبائل اور انٹرنیٹ نہیں چھوڑ سکتی۔ انٹرنیٹ پر صرف گناہ ہی گناہ ہیں، خیر یا نیک کام کا ایک فریب ہے جس میں ہمارے علماء بھی بڑی خوشی سے لگے ہوئے ہیں۔ الا ماشاء اللہ! میرے

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’جولوگ موجودہ زمانے کی ضرورت سے الگ رہ کر مسجد اور مدرسہ کی چاردیواری میں رہنے کو دین کی خدمت سمجھتے ہیں، وہ اسلام کے نام پر کلنک کا داغ ہیں۔‘‘

(بینات، جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ، ص:۲۴)

اور میرے حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول:

’’افسوس یہ ہے کہ علماء نے عوام کے پاس جانا اور ان میں خلط ملط پیدا کر کے ان کی اصلاح کرنا تقریباً بالکل ہی چھوڑ دیا ہے، یہ بالکل غلط ہے۔‘‘ (مکتوبات شیخ الاسلام، ج:۱، ص:۲۵۹)

تبلیغی ساتھی نے ایک واقعہ بتایا کہ:

’’ان کی سہ روزہ کی تشکیل کراچی کی آگرہ تاج کالونی میں ہوئی اور حضرت مولانا جمشید مرحوم ومغفور بھی ہم میں آملے اور ہمارے ساتھ تین دن رہے، لیکن پورے تین دن مولانا نے دسترخوان نہیں لگنے دیا، ساتھیوں سے فرماتے تھے: ایک ایک دو دو کر کے باورچی خانہ میں جاؤ اور کھا کر جلدی باہر آؤ اور کام کرو۔‘‘

مولانا شیخ الحدیث بھی تھے اور عالم بھی اور عام انسانوں کی طرح عوام میں گھل مل گئے تھے۔

جب میں بعض ائمہ حضرات، ہر عمر کے بوڑھے جوان کو مسجد میں موبائل کے ساتھ دیکھتا ہوں تو بہت ہی دل کڑھتا ہے۔ آپ یقین فرمائیں اس منحوس ایجاد نے مسلمان کو گردن سے پکڑ رکھا ہے اور اس سے نجات اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک ہزاروں علماء حق (آپ جیسے) خود اپنے موبائل بالائے طاق رکھ کر عوام میں گھل مل نہ جائیں اور یہ ناممکن نظر آتا ہے (اللہ کرے میں غلط ہوں)۔

ہم ایجادات میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور نہ ہم کو کرنا چاہیے اور خدانا خواستہ کر بھی لیں، تب بھی ان کو شکست نہیں دے سکتے، جب تک اللہ عزوجل ہمارے ساتھ نہ ہوں اور ہم نے اللہ عزوجل کو چھوڑا ہوا ہے۔

سمع خراشی کی بہت بہت معذرت! اللہ عزوجل آپ کو تاعمر صحت مند رکھے، ہر طرح کے دشمنوں کے شر وفساد سے محفوظ رکھے، آمین!

فقط خاکسار

مشتاق احمد انصاری

.....❁.....❁.....❁.....

شبِ براءت کے فضائل
اور اس رات کی بدعات ورسومات

مفتی محمد راشد ڈسکوی
سابق استاذ ورفیق شعبہ تصنیف، جامعہ فاروقیہ، کراچی

کچھ عرصہ بعد رمضان المبارک کی آمد ہوگی، اس برکتوں والے ماہِ مبارک کے آنے سے قبل ''شعبان المعظم'' میں ہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے استقبال کے لیے کمر بستہ ہو جاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات میں اضافہ ہو جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''رمضان المبارک'' کے ساتھ اُنس پیدا کرنے کے لیے ''شعبان المعظم'' کی پندرہویں رات اور اس دن کے روزے کی ترغیب دی ہے اور اس بارے میں صرف زبانی ترغیب پر ہی اکتفاء نہیں فرمایا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عملی طور پر خود اس میدان میں سب سے آگے نظر آتے ہیں، چنانچہ اس ماہ کے شروع ہوتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات میں غیر معمولی تبدیلی نظر آتی، جس کا اندازہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے، آپؓ فرماتی ہیں: ''**ما رأيتهٗ في شهرٍ أكثر صيامًا منه في شعبان.** ''کہ ''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان کے علاوہ اور کسی مہینے میں کثرت سے (نفلی) روزے رکھتے نہیں دیکھا۔'' (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۷۷۷)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ''شعبان المعظم'' میں بکثرت روزے رکھنے کی وجہ سے اس مہینے میں روزے رکھنے کو علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے مسنون قرار دیا ہے، فرماتے ہیں: ''**ومن المسنون صوم شعبان.**'' (المجموع شرح المہذب، ج:۶، ص:۳۸۶)

اس ماہِ مبارک کی پندرہویں شب کے بارے میں بہت کچھ احادیث میں مذکور ہے۔ زمانۂ ماضی اور موجودہ زمانے کو دیکھتے ہوئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اِس رات کے بارے میں لوگ اِفراط وتفریط کا شکار نظر آتے ہیں، اس لیے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ اس رات کے فضائل، اس رات کے فضائل سے محروم ہونے والے افراد اور اس رات کو ہونے والی مروجہ بدعات ورسومات پر کچھ روشنی

ڈالی جائے۔ سب سے پہلے اس رات کے بارے میں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک فرمودات ذکر کیے جائیں گے، اس کے بعد جمہور اسلاف وفقہائے اُمت، اہل سنت والجماعت کے نظریات واقوال ذکر کیے جائیں گے، تاکہ اس رات کے بارے میں شریعت کا صحیح مؤقف سامنے آجائے۔

شبِ براءت کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین

۱:- ’’عن أبی بکر الصّدیق رضي اللّٰہ عنہ عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال: ینزل اللّٰہ إلی السماء الدنیا النصف من شعبان، فیغفر لکل شيء إلا رجل مشرک أو رجل في قلبہٖ شحناء.‘‘ (شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث: ۳۵۴۶، ج: ۵، ص: ۳۵۷، مکتبۃ الرشد)

’’حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ: ’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ عزوجل پندرہویں شعبان کی رات میں آسمانِ دنیا کی طرف (اپنی شان کے مطابق) نزولِ اجلال فرماتے ہیں اور اس رات ہر کسی کی مغفرت کردی جاتی ہے سوائے اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے کے یا ایسے شخص کے جس کے دل میں بغض ہو۔‘‘

۲:- ’’.....فقال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: أتدرین أي لیلۃ ہٰذہٖ؟ قلت: اللّٰہ ورسولہٗ أعلم، قال: ہٰذہ لیلۃ النصف من شعبان، إن اللّٰہ عزوجل یطلع علی عبادہٖ فی لیلۃ النصف من شعبان، فیغفر للمستغفرین ویرحم المسترحمین ویؤخر أہل الحقد کما ہم.‘‘ (شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث: ۳۵۵۴، ج: ۵، ص: ۳۶۱، مکتبۃ الرشد)

’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اے عائشہ!) جانتی بھی ہو یہ کونسی رات ہے؟ میں نے عرض کیا کہ: اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ شعبان کی پندرہویں شب ہے، اللہ عزوجل اس رات اپنے بندوں پر نظرِ رحمت فرماتے ہیں، اور بخشش چاہنے والوں کی مغفرت فرماتے ہیں، رحم چاہنے والوں پر رحم فرماتے ہیں، اور دلوں میں کسی مسلمان کی طرف سے بغض رکھنے والوں کو ان کی حالت پر ہی چھوڑ دیتے ہیں۔‘‘

۳:- ’’عن أبي موسی الأشعري رضي اللّٰہ عنہ، عن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: إن اللّٰہ لیطلع فی لیلۃ النصف من شعبان، فیغفر لجمیع خلقہٖ إلا لمشرک أو مشاحن.‘‘

(سنن ابن ماجۃ، رقم الحدیث: ۱۳۹۰، مکتبہ أبي المعاطی)

’’حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ: ’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات رحمت کی نظر فرماکر تمام مخلوق کی مغفرت فرما

دیتے ہیں، سوائے اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے اور دلوں میں کسی مسلمان کی طرف سے بغض رکھنے والوں کے۔''

۴:-''عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضي اللّٰہ عنه أن رسول اللّٰہ ﷺ قال: يطلع اللّٰہ عزوجل إلٰى خلقه ليلة النصف من شعبان، فيغفر لعبادہ إلا لاثنين: مشاحن وقاتل نفس.'' (مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۶۶۴۲، ج:۲، ص:۱۷۶، عالم الکتب)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ''رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: شعبان کی پندرہویں رات اللہ عزوجل اپنی مخلوق کی طرف رحمت کی نظر فرماتے ہیں، سوائے دو شخصوں کے باقی سب کی مغفرت فرمادیتے ہیں: ایک کینہ ور، دوسرے کسی کو ناحق قتل کرنے والا۔''

مذکورہ ارشادات کے علاوہ اور بہت سی روایات میں اس رات کے فضائل وارد ہوئے ہیں، اس وقت ان سب کا جمع کرنا مقصود نہیں، بس ایک خاص جہت سے ایک نمونہ سامنے لانا مقصود ہے۔ وہ خاص پہلو یہ ہے کہ مذکورہ احادیث میں جہاں عظیم الشان فضائل مذکور ہیں، وہاں بہت سے ایسے بدقسمت افراد کا تذکرہ ہے، جو اس مبارک رات میں بھی رب عزوجل کی رحمتوں اور بخششوں سے محروم رہتے ہیں۔ ذیل میں ان گناہوں کا اجمالی تذکرہ کیا جاتا ہے، جو شبِ براءت سے متعلق احادیث میں ذکر ہوئے ہیں:

۱:......مسلمانوں سے کینہ، بغض رکھنے والا۔ ۲:......شرک کرنے والا۔ ۳:......ناحق قتل کرنے والا۔ ۴:......بدکار ''زنا کرنے والی'' عورت۔ ۵:......قطع تعلقی کرنے والا۔ ۶:......ازار (شلوار، تہبند وغیرہ) ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔ ۷:......والدین کا نافرمان۔ ۸:......شراب پینے والا۔

اللہ نہ کرے کہ ہمارے اندر اِن میں سے کچھ ہو، اور اگر کچھ ہو تو اس سے بروقت چھٹکارا حاصل کرلیں، جتنا جلد ہوسکے اور کم از کم شعبان کی پندرہویں رات سے پہلے پہلے توبہ کرکے اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اکابرینِ اُمت کے اقوال

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ پانچ راتوں میں دعاؤں کو قبول کیا جاتا ہے: جمعہ کی رات، عید الاضحیٰ کی رات، عید الفطر کی رات، رجب کی پہلی رات، اور شعبان کی پندرہویں

رات۔'' (شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث: ۳۴۳۸، ج: ۵، ص: ۲۸۷، مکتبۃ الرشد)

علامہ ابن الحاج مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''بڑی خیر والی رات ہے، اور ہمارے اسلاف اس کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور اس رات کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کرتے تھے۔'' (المدخل لابن الحاج، ج: ۱، ص: ۲۹۹)

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''شام کے مشہور تابعی خالد بن لقمانؒ وغیرہ اس رات کی بڑی تعظیم کرتے، اور اس رات میں خوب عبادت کرتے۔'' (لطائف المعارف: ۱۴۴)

علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''اور مستحب ہے شعبان کی پندرہویں رات بیداری کرنا۔'' (البحر الرائق، ج: ۲، ص: ۵۲)

علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''مستحب ہے شعبان کی پندرہویں رات عبادت کرنا۔'' (الدر مع الرد، ج: ۲، ص: ۲۴، ۲۵)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''بے شک یہ رات شبِ براءت ہے اور اس رات کی فضیلت کے سلسلے میں روایات صحیح ہیں۔'' (العرف الشذی، ص: ۱۵۶)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''اس رات بیداری کرنا مستحب ہے اور فضائل میں اس جیسی احادیث پر عمل کیا جاتا ہے، یہی امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے''۔ (ما ثبت بالسنۃ، ص: ۳۶۰)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''شبِ براءت کی اتنی اصل ہے کہ پندرہویں رات اور پندرہواں دن اس مہینے کا بزرگی اور برکت والا ہے۔'' (بہشتی زیور، چھٹا حصہ، ص: ۶۰)

کفایت المفتی میں ہے کہ:

''شعبان کی پندرہویں شب ایک افضل رات ہے۔'' (ج: ۱، ص: ۲۲۵، ۲۲۶)

فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ:

''شبِ قدر و شبِ براءت کے لیے شریعت نے عبادت، نوافل، تلاوت، ذکر، تسبیح، دعاء و استغفار کی ترغیب دی ہے۔'' (ج: ۳، ص: ۲۶۳، جامعہ فاروقیہ کراچی)

شبِ براءت کی رسومات اور بدعات

مسجدوں میں اجتماعی شب بیداری کرنا، مخصوص قسم کے مختلف طریقوں سے نوافل پڑھنا جن کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ۔نوافل وتسبیح کی جماعت کروانا، اسپیکر پر نعت خوانی وغیرہ کرنا، ہوٹلوں اور بازاروں میں گھومنا، حلوہ پکانے کوضروری سمجھنا، خاص اس رات میں ایصالِ ثواب کوضروری سمجھنا، قبرستان میں چراغ جلانا، اس رات سے ایک دن پہلے عرفہ کے نام سے ایک رسم، اس رات میں گھروں میں روحوں کے آنے کا عقیدہ، فوت شدہ شخص کے گھر جانے کوضروری سمجھنا، کپڑوں کا لین دین، بیری کے پتوں سے غسل کرنا، گھروں میں چراغاں کرنا، گھروں اور مساجد کوسجانا، اوران سب سے بڑھ کراس رات میں آتش بازی کرنا۔

مذکورہ تمام اُمورشریعت کے خلاف ہیں، ان کا کوئی ثبوت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ،صحابہ کرامؓ اورسلف صالحینؒ سے نہیں ملتا، اس لیے ان تمام بدعات ورسومات کا ترک اور معاشرے سے اُن کومٹانے کے لیےکوشش کرنا ہر ہر مسلمان پر بقدرِ وسعت فرض ہے۔

شبِ براءت میں کرنے کے کام

آخر میں اس مبارک رات میں کرنے والے کیا کیا کام ہیں؟ ان کا ذکر کیا جاتا ہے، تاکہ افراط وتفریط سے بچتے ہوئے اس رات کے فضائل کوسمیٹا جاسکے:

۱:-نمازِعشاءاورنمازِ فجرکو باجماعت ادا کرنے کا اہتمام کرنا۔

۲:-اس رات میں عبادت کی توفیق ہو یا نہ ہو، گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام کرنا، بالخصوص ان گناہوں سے جواس رات کے فضائل سے محرومی کا سبب بنتے ہیں۔

۳:-اس رات میں توبہ واستغفار کا خاص اہتمام کرنا اور ہرقسم کی رسومات اور بدعات سے اجتناب کرنا۔

۴:-اپنے لیےاور پوری اُمت کے لیے ہرقسم کی خیر کےحصول کی دعا کرنا۔

۵:-بقدرِ وسعت ذکرواذکار، نوافل اورتلاوتِ قرآن پاک کا اہتمام کرنا۔

۶:-اگربآسانی ممکن ہوتو پندرہ شعبان کا روزہ رکھنا۔

واضح رہے کہ مذکورہ تمام اعمال شبِ براءت کا لازمی حصہ نہیں، بلکہ ان کا ذکر محض اس لیے ہے کہ ان میں مشغولی کی وجہ سے اس رات کی منکرات سے بچا جاسکے۔

خوانِ بنوریؒ سے

افادات: محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا امین اورکزئیؒ کی خوشہ چینی

(چوتھی اور آخری قسط)

ضبط وکتابت: مولانا محمد امین اورکزئی رحمۃ اللہ علیہ
مرتبہ ومرسلہ: مولانا محمد طفیل کوہاٹی

☆: ......انفاق اور اسراف کے درمیان حد یہ ہے کہ راہِ حق میں صرف ہو تو انفاق ہے، اگر چہ سب کچھ صرف کردے اور اگر غیر حق میں ہو تو اسراف ہے، اگر چہ شئے قلیل ہو۔

☆: ...... حدیث میں سات آدمیوں کا ذکر ہے، جن کو سایۂ عرش میں جگہ ملے گی، سات میں حصر مقصود نہیں۔ ان کے بغیر اوروں کا بھی روایات میں ذکر آیا ہے، اور علماء نے ان پر اور بھی بڑھا دیئے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اور بھی کئی لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ عدد میں مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ہوا کرتا، حتیٰ کہ قائلین بالمفہوم کے نزدیک بھی۔

☆: ...... بخاریؒ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ''یدعلیا'' سے مراد ''منفقہ'' ہے اور ''سفلی'' سے ''آخذہ''، مگر مؤطا وغیرہ کی روایات میں آیا ہے کہ أخذة متعففة (غیر سائلہ) علیا ہے اور سائلہ سفلی ہے، جمع یوں ہوسکتا ہے کہ علیا کے دو درجے ہیں: ایک تو منفقہ کا ہے اور دوسرا آخذہ متعففہ کا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

☆: ...... اِقط، قرط (پشتو) کو کہتے ہیں، نہ کہ پنیر کو، جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے۔

☆: ...... یہ میری قطعی رائے ہے کہ جدہ سے احرام نہیں باندھا جاسکتا، خلافاً للمفتی محمد شفیعؒ۔ ہماری اس پر اٹھارہ گھنٹے بحث ہوئی، لیکن مفتی صاحب کے دلائل سے اطمینان نہ ہوا، وہ دلائل کمزور ہیں۔ درحقیقت وہ اس شخص کے بارے میں ہیں جس کا میقات مجہول ہو اور محاذاتِ میقات بھی نامعلوم ہو، ایسا شخص حرم سے دو مرحلہ کے فاصلے سے احرام باندھے گا۔ اس مسئلہ میں مَیں، مفتی ولی حسن صاحب اور مفتی رشید احمد متفق ہیں۔

☆: ...... ذاتِ عرق کی توقیت کے بارے میں علماء حیران ہیں کہ اس کی توقیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔ غزالیؒ، نوویؒ اور ابن حجرؒ سب حیران ہیں اور ہر ایک نے دو قول پیش کیے ہیں، ایک کتاب میں ایک قول لکھا، دوسری میں دوسرا قول لکھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اس

کی حقیقت واضح فرمائی ہے، وہ یہ کہ توقیت ذاتِ عرق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی تھی اہلِ عراق کے لیے۔ رہا یہ سوال کہ عراق تو فتح نہیں ہوا تھا؟! تو یہ سوال وارد نہیں ہوتا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مصر وشام بھی فتح نہیں ہوئے تھے، حالانکہ ان کے لیے میقات متعین فرمایا، حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی معلوم تھا اور قرآن کریم کی آیت ''یَاْتُوْکَ رِجَالاً وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ'' سے بھی معلوم ہو رہا تھا کہ یہ علاقے فتح ہوں گے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کے لیے میقات کا تعین فرمایا تھا، مگر عراق کے بعض حصوں کے لوگ جو نجد کے ساتھ ملحق ہیں ان کو اشکال ہوا کہ چونکہ ہم نجد کے تابع ہیں، اس لیے ہمارا میقات قرن المنازل ہونا چاہیے، لیکن وہ ان لوگوں سے بہت دور تھا۔ اس اشکال کو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے محاذات کا اعتبار کرتے ہوئے ان لوگوں کو ذاتِ عرق سے احرام باندھنے کا فتویٰ دیا، یعنی ذات عرق کی توقیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی، مگر اس خاص خطہ کے لوگوں کے لیے اس کی تعیین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کی۔

☆:...... چھ گز کے فاصلے پر حطیم کعبہ کا جز ہے، باقی نہیں، علماء نے ایسا ہی لکھا ہے۔ البتہ نماز میں اس کی طرف استقبال ناکافی ہے، اس لیے کہ اس کی جزئیت خبر واحد سے ثابت ہے جو کہ مظنون ہے، لہٰذا اس سے فرضِ مقطوع ادا نہیں ہوسکتا۔

☆:...... امام ابو یوسفؒ کے پاس مرض الموت کی حالت میں ایک شخص آیا تو آپؒ نے پوچھا کہ رمی کے بعد وقوف مسنون ہے یا نہیں؟ اس نے جواب دیا کہ مسنون ہے۔ آپ نے پوچھا کہ مطلقاً؟ کہا: ہاں۔ آپؒ نے فرمایا کہ: غلط۔ اس نے پھر کہا کہ: غیر مسنون ہے، تو آپ نے فرمایا کہ: غلط، پھر مسئلہ بتلایا کہ جس رمی کے بعد دعا ہو تو اس کے بعد وقوف مسنون ہے، اگر دعا نہیں تو وقوف بھی مسنون نہیں، وہ شخص دروازہ تک پہنچا ہی تھا کہ آپؒ کا وصال ہوگیا۔

اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شہادت سے چند لمحے پہلے ایک اعرابی عیادت کے لیے آیا، جب واپس ہونے لگا تو آپؓ نے واپس بلایا اور فرمایا کہ: ''ارفع إزارک فإنہٗ أتقی لربک وأنقی لثوبک'' یہ شان ہوتی ہے اہلِ علم اور اہلِ دین حضرات کی کہ ہر وقت دین کے لیے سوچتے ہیں۔

☆:...... مدینہ منورہ کو چھوڑ کر دوسرے بلاد میں جانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہارِ ناراضگی فرمایا ہے، اور یہ اس صورت میں کہ جب اسلام اکنافِ ارض میں پھیلے گا اور عراق وشام کے متمدن علاقے زیرنگیں آئیں گے، چونکہ ان علاقوں کی بود وباش امیرانہ تھی اور زندگی راحت وآرام کی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے ہدایت فرمائی کہ تنعم اور تعیش کی خاطر مدینہ منورہ کو لوگ چھوڑ جائیں گے، لیکن اگر وہ صحیح علم رکھتے تو ان کے لیے مدینہ بہتر تھا۔ اگرچہ وہاں ضیقِ معاش اور تنگی ہے اور دیگر بلاد میں آسائشیں میسر ہیں۔ رہا یہ کہ جہاد اور اشاعتِ اسلام کے لیے باہر جانا تو اس حدیث کے دائرہ سے باہر

ہے، خود ارشادِ نبوی ہے: ’’لغدوة أو روحة في سبيل الله خير من الدنيا وما فيها‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اور دیگر صحابہؓ نے مدینہ سے باہر جا کر اسفار کیے۔

پہلے اہلِ حجاز کے ہاں مشہور تھا کہ جس کو دین مطلوب ہو تو وہ مدینہ میں رہے اور جس کو خالص دنیا مطلوب ہو وہ جدہ میں رہے اور جس کو دین و دنیا دونوں مطلوب ہوں وہ مکہ معظّمہ میں رہے۔ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ آج کل تو مدینہ میں بھی اتنی تجارت ہوتی ہے کہ آدمی حیران ہوجاتا ہے، آج تو مدینہ میں بھی دین و دنیا دونوں میسر ہیں۔

☆:......’’روضة من رياض الجنة‘‘ کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اخلاص کے ساتھ اس ٹکڑے میں پہنچ گیا، مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمادے گا، کیونکہ جنت میں جب آدمی داخل ہوجائے تو پھر اس کو نکالا نہیں جائے گا۔ یہ حضرت شیخؒ کی توجیہ ہے [اور نفیس بھی ہے]۔

☆:......’’الصيام جنة‘‘ (روزہ ڈھال ہے) ڈھال چونکہ آدمی کے بائیں ہاتھ میں ہوتی ہے اور اس سے بچاؤ کا انتظام کرتی ہے، تو روزہ بھی انسان کے لیے قبر میں عذاب سے نجات کا باعث بنے گا، چنانچہ صحیح ابن حبان میں حدیث موجود ہے کہ قبر میں انسان جب رکھا جائے گا تو دائیں جانب سے نماز عذاب کو روکے گی اور بائیں جانب سے روزہ عذاب کو روکے گا۔

☆:......حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ: ہمارے شیخ [حضرت کشمیریؒ] رمضان شریف میں تلاوت فرما رہے تھے، ان کی عادت تھی کہ بہت غور و خوض سے تلاوت فرمایا کرتے تھے، بسا اوقات فجر کی نماز کے بعد ایک پارہ شروع کیا تو عصر تک ختم ہوجاتا تھا۔ بہرحال آپؒ تلاوت فرما رہے تھے، میں قریب بیٹھا کام کررہا تھا۔ آپؒ نے فرمایا کہ: سامنے الماری میں کتاب [فتح الباری، ج:۳] ہے، ایک دو کو چھوڑ کر تیسری لے آؤ۔ میں نے اُٹھالی، فرمایا کہ: کتاب الجنائز میں دیکھیں کہ یہ حدیث [کہ قبر میں نماز دائیں اور روزہ بائیں طرف سے عذاب کو روکیں گے] مسند احمد کے حوالہ سے ہے یا صحیح ابن حبان کے حوالہ سے؟ [سبحان اللہ!]

شربتُ الحب كأساً بعد كأس فما نفد الشراب وما رويت

☆:......’’ایلہ‘‘ وہی شہر ہے جسے آج کل ’’عقبہ‘‘ کہتے ہیں، جس پر حال میں اسرائیل نے قبضہ کیا ہے۔ ایک ’’ابلہ‘‘ ہے، وہ بصرہ کے قریب واقع ہے۔ دونوں کی طرف رواۃ منسوب ہیں۔ ’’الايلي‘‘ بھی ہیں اور ’’الابلي‘‘ بھی۔

☆:......اپنے عزیز صاحب زادے محمد صاحبؒ کو سبق پڑھاتے ہوئے فرمایا کہ: بقرة، لوذة، تمرة، دجاجة، حمامة میں تاء وحدت کے لیے ہے، تانیث کے لیے نہیں۔

☆:......حضرت شیخؒ نے اپنے استاذ امام العصر حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ کا یہ مقولہ نقل فرمایا کہ: فلاسفہ اور حکماء کے علوم پھیلے ہوئے ہوتے ہیں، جتنا آپ ان میں غور کریں گے وہ سمٹتے چلے جائیں گے اور

حضرات انبیاء علیہم السلام کے علوم مختصر ہوا کرتے ہیں، لیکن ان میں جتنا غور کیا جائے، وہ پھیلتے چلے جائیں گے۔

☆:......حضرتؒ نے فرمایا کہ: قرآن حکیم کی بعض بدیہیات بھی اتنی مشکل ہوتی ہیں کہ میں اُن کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا۔ ''إِنَّ هٰذِهٖ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً '' مختصر سی آیت ہے، جس میں بظاہر کوئی اشکال نہیں، لیکن مختلف تفاسیر کے مطالعہ اور کافی غور کے بعد بھی اطمینان نہیں ہوا۔ البتہ تفسیر مظہری میں جو کچھ لکھا گیا ہے، اس سے کچھ اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

☆:......مدرسہ عربیہ اسلامیہ کے دارالتصنیف میں احقر اور برادرمکرم مولانا محمد حبیب اللہ صاحب مختار رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب فرماتے ہوئے کہا کہ: مدینہ منورہ میں ''مجمع البحار '' کا ایک نسخہ ملا، قیمت تیس ریال تھی، میرے پاس رقم ناکافی تھی، صرف خرچہ کی رقم تھی، پریشان تھا، چھوڑنے کا بھی جی نہیں چاہتا تھا، اس لیے کہ ہندوستان میں اس کی قیمت دوسو روپیہ تھی، اس حالت میں ایک شخص ملا، اس نے کہا کہ فلاں صاحب نے یہ دس پونڈ آپ کے لیے دیئے ہیں جس کے سو ریال بنتے تھے، اس طرح یہ کتاب میں نے لے لی۔ فرمایا: اس طرح محنت سے ہم نے یہ کتابیں جمع کی ہیں اور فرمایا کہ: یہ بائیس سال پہلے کا واقعہ ہے، جب کہ میں وہاں اس وقت کسی سے متعارف بھی نہیں تھا۔

☆:......حضرت مولانا شاہ عطاء اللہ بخاریؒ نے حضرت شاہ کشمیری صاحبؒ کے متعلق فرمایا کہ: ''صحابہؓ کا قافلہ آگے بڑھا، یہ پیچھے رہ گئے'' اور فرمایا کہ: ''حضرت شاہ انور شاہ صاحبؒ اگر گناہ کرنا چاہیں تو کر نہیں سکتے، آپ کو گناہ کرنا آتا ہی نہیں۔''

☆:......حضرت مولانا تھانوی صاحبؒ جب کہ وہ حکیم الامت بن چکے تھے، علمی مسائل میں حضرت شاہ صاحبؒ سے مراجعت فرمایا کرتے تھے، جب کہ حضرت شاہ صاحبؒ اس وقت نوجوان اور مولوی انور شاہ تھے۔ حضرت تھانویؒ نے ایک خط میں استدعا کرتے ہوئے لکھا کہ: ''آپ اس مسئلہ میں روایت یا درایت کے لحاظ سے جو فیصلہ ہو کیجئے۔''

☆:......حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ: دس جلدوں کے مطالعہ کے بعد صرف ایک نیا مسئلہ سامنے آجاتا ہے تو خوشی ہوتی ہے کہ محنت ضائع نہیں ہوئی۔

☆:......حضرت مولانا غلام نبی کاموئیؒ کا مقولہ حضرت الشیخؒ نے نقل فرمایا کہ: جتنے بڑے بڑے علماء ہم نے دیکھے ہیں، اگر چاہیں تو ہم ان جیسے عالم بن سکتے ہیں، الا انور شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

نوٹ: یہ چند چنیدہ افادات تھے جو حضرت الاستاذؒ کے ہاتھ سے لکھے ہوئے ایک رجسٹر سے نقل کیے گئے، اس رجسٹر میں اور بھی جواہر پارے موجود ہیں، لیکن ان میں سے زیادہ تر کا تعلق بخاری شریف کے متن کے حل سے ہے، ان شاء اللہ! جب حضرت الاستاذ کے درسی افادات کی ترتیب وتدوین کی جائے گی تو اس عجالہ کو بھی مکمل پیش کیا جائے گا۔ [انتہٰی]

منافذِ معتادہ (کان، ناک، آنکھ وغیرہ) میں دوا ڈالنے اور انجکشن لگانے سے روزے کا حکم!

ادارہ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

۱:-کیا روزے کے دوران شوگر چیک کرنے سے روزہ ٹوٹتا ہے؟

۲:-کیا روزے کے دوران انسولین کا انجکشن لگانے سے روزہ ٹوٹتا ہے؟

۳:-کیا روزے کے دوران گلوکوز کا انجکشن لگانے سے روزہ ٹوٹتا ہے؟

۴:-کیا روزے کے دوران کان کے ڈراپ، ناک میں اسپرے اور آنکھوں کے قطرے استعمال کرنے سے روزہ ٹوٹتا ہے؟

۵:-روزے کے دوران اگر شوگر کم یا زیادہ ہونے کی صورت میں روزہ توڑا جائے تو کفارہ یا قضا کیا ہوگا؟ (ایک روزہ یا ساٹھ روزے؟)

۶:-کیا حاملہ خواتین اور دودھ پلانے والی عورتیں روزہ رکھ سکتی ہیں؟

سائل: فرخ، بقائی ڈائی بیٹک، کراچی

الجواب حامداً ومصلیاً

۱:-شوگر کے مریض کے لیے روزہ کے دوران جسم سے خون نکال کر ٹیسٹ کروانا جائز ہے، اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، کیونکہ ٹیسٹ کے لیے جسم سے خون نکالا جاتا ہے، منفذ (قدرتی راستے) سے جسم

میں کوئی چیز داخل نہیں کی جاتی اور خون نکلنے یا نکالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ’’فتاویٰ عالمگیری‘‘ میں ہے:

’’ولابأس بالحجامة إن أمن على نفسه الضعف، أما إذا خاف فإنهٗ يكره وينبغي لهٗ أن يؤخر إلٰى وقت الغروب وذكر شيخ الإسلام شرط الكراهة ضعف يحتاج فيه إلى الفطر، والفصد نظير الحجامة.‘‘ (فتاویٰ عالمگیری، ج:۱،ص:۱۹۹، ط: رشیدیہ)

’’النہر الفائق‘‘ میں ہے:

’’(أو احتجم) لما أخرجه البخاري أنهٗ عليه السلام احتجم وهو صائم.‘‘

(النہر الفائق، ج:۲،ص:۱۶، ط: دار الکتب العلمیہ)

۲،۳:- انسولین چونکہ کھال میں لگانے کا انجکشن ہے اور روزہ کی حالت میں گوشت میں انجکشن لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اس لیے روزہ کی حالت میں انسولین لگانے میں کوئی قباحت نہیں۔ اسی طرح گلوکوز کا انجکشن لگانا روزہ کو فاسد نہیں کرتا، البتہ گلوکوز کا انجکشن بلاضرورت طاقت کے لیے چڑھانا مکروہ ہے۔ ’’فتاویٰ شامی‘‘ میں ہے:

’’لأنهٗ أثر داخل من المسام الذى هو خلل البدن والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ للاتفاق على أن من اغتسل فى ماء فوجد بردهٗ فى باطنه أنه لايفطر.‘‘

(فتاویٰ شامی، ج:۲،ص:۳۹۵، ط: سعید)

وفیہ ایضاً:

’’وإنما كره الإمام الدخول فى الماء والتلفف بالثوب المبلول لما فيه من إظهار الضجر فى إقامة العبادة لأنه مفطر.‘‘ (فتاویٰ شامی، ج:۲،ص:۳۹۶، ط: سعید)

۴:- کان میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق کان میں ڈالی ہوئی دوا دماغ میں براہِ راست یا بابواسطہ معدہ میں پہنچ جاتی ہے، جس سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔ ’’بدائع الصنائع‘‘ میں ہے:

’’وما وصل إلى الجوف أو إلى الدماغ عن المخارق الأصلية كالأنف والأذن والدبر بأن استعط أو احتقن أو أقطر فى أذنه فوصل إلى الجوف أو إلى الدماغ فسد صومهٗ، أما إذا وصل إلى الجوف فلاشک فيه، لوجود الأكل من حيث الصورة، وكذا إذا وصل إلى الدماغ لأنهٗ له منفذ إلى الجوف، فكان بمنزلة زاوية من زوايا الجوف.‘‘ (بدائع الصنائع، ج:۲،ص:۹۳، ط: دار الکتب العلمیہ)

’’فتاویٰ شامی‘‘ میں ہے:

’’والتحقيق أن بين جوف الرأس وجوف المعدة منفذاً أصلياً، فما وصل إلٰى

جوف الرأس یصل إلٰی جوف البطن.‘‘ (فتاویٰ شامی، ج:۲،ص:۴۰۳، ط:سعید)

اسی طرح ناک میں اسپرے کرنے سے اور تر دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، البتہ اگر اتنی کم مقدار میں اسپرے کی جائے جس سے یقینی طور پر دوا اندر جانے کا خدشہ نہ ہو، بلکہ دوا ناک میں ہی رہ جاتی ہے تو ایسی صورت میں روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

’’فتاویٰ شامی‘‘ میں ہے:

’’أو احتقن أو استعط فی أنفہٖ شیئًا .... قضی فقط .... (الرد) قلت: ولم یقیدوا الاحتقان والاستعاط والإقطار بالوصول إلی الجوف لظھورہٖ فیھا وإلا فلابد منہ حتی لو بقي السعوط فی الأنف ولم یصل إلی الرأس لایفطر.‘‘

(فتاویٰ شامی، ج:۲،ص:۴۰۲، ط:سعید)

’’المحیط البرہانی‘‘ میں ہے:

’’وإذا استعط أو أقطر فی أذنہٖ إن کان شیئًا یتعلق بہٖ صلاح البدن نحو الدھن والدواء یفسد صومہٗ من غیر کفارۃ وإن کان شیئًا لایتعلق بہٖ صلاح البدن کالماء قال مشایخنا: ینبغی أن لایفسد صومہٗ إلا أن محمدا رحمہ اللّٰہ تعالٰی لم یفصل بینما یتعلق بہٖ صلاح البدن وبینما لایتعلق.‘‘

(المحیط البرہانی، ج:۲،ص:۳۸۳، ط: دار الکتب العلمیہ)

البتہ کان اور ناک میں دوا ڈالنے کی صورت میں اگر روزہ فاسد ہوجاتا ہے تو صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ نہیں، جیسا کہ مندرجہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ روزہ کی حالت میں آنکھ میں قطرے ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، اگرچہ روزہ دار اس دوا یا قطروں کا ذائقہ حلق میں محسوس کرے۔ ’’فتاویٰ تاتارخانیہ‘‘ میں ہے:

’’وإذا اکتحل أو أقطر بشيئ من الدواء فی عینیہ لایفسد الصوم عندنا.‘‘

(فتاویٰ تاتارخانیہ، ج:۲،ص:۳٦٦، ط: ادارۃ القرآن)

’’الفقہ الاسلامی وادلتہ‘‘ میں ہے:

’’مالایفسد الصوم عند الحنفیۃ.......۳-القطرۃ أو الاکتحال فی العین ولو وجد الصائم الطعم أو الأثر فی حلقہٖ لأن النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم اکتحل فی رمضان وھو صائم.‘‘ (الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج:۳،ص:۱۷۱۰، ط: دار الفکر)

۵:- روزہ کے دوران اگر شوگر کم یا زیادہ ہونے کی وجہ سے روزہ توڑ دیا تو ایسی صورت میں صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ نہیں۔

’’فتاویٰ شامی‘‘ میں ہے:

’’(أو لمريض خاف الزيادة) لمرضہ وصحيح خاف المرض .... (الفطر) يوم العذر إلا السفر كما سيجيء (وقضوا) لزوما (ماقدروا بلافدية).‘‘

(فتاویٰ شامی، ج:۲،ص:۴۲۳، ط:سعید)

’’فتاویٰ عالمگیری‘‘ میں ہے:

’’(ومنها المرض) المريض إذا خاف على نفسه التلف أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع وإن خاف زيادة العلة وامتدادها فكذٰلک عندنا وعليه القضاء إذا أفطر ، كذا في المحيط.‘‘ (فتاویٰ عالمگیری، ج:۱،ص:۲۰۷، ط:دارالفکر)

۲:- حاملہ اور مرضعہ (دودھ پلانے والی عورت) پر بھی روزہ رکھنا فرض ہے، روزہ رکھ سکتی ہیں، البتہ اگر حاملہ یا مرضعہ کو اگر کوئی ایسی نوبت پیش آجائے کہ اس سے اپنی جان یا بچے کی جان کا ڈر ہے تو روزہ توڑنا نہ صرف جائز ہے، بلکہ بہتر ہے۔ الغرض روزہ رکھیں، دودھ پلانے یا کسی اور عذر سے روزہ نہ رکھ سکیں تو آئندہ قضاء لازم ہے۔

’’فتاویٰ تاتارخانیہ‘‘ میں ہے:

’’(وللحامل والمرضع إذا خافتا على الولد أو النفس) أى لهما الفطر دفعاً للحرج ولقولہ عليه السلام إن اللّٰه وضع عن المسافر الصوم وشطر الصلاة وعن الحامل والمرضع الصوم.‘‘ (فتاویٰ تاتارخانیہ، ج:۲،ص:۳۸۴، ط:ادارۃ القرآن)

واضح رہے کہ روزے کے دوران بچوں کو دودھ پلانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ دودھ پلانے سے کوئی چیز اندر نہیں جاتی، بلکہ باہر آتی ہے، باہر آنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

’’البحر الرائق‘‘ میں ہے:

’’لقولہ عليه السلام: الفطر مما دخل وليس مما خرج، رواه أبو يعلٰى في مسندہ.‘‘ (البحر الرائق، ج:۲،ص:۲۷۸، ط:سعید)

الجواب صحیح — الجواب صحیح — الجواب صحیح — کتبہ

ابوبکر سعید الرحمٰن — محمد انعام الحق — محمد شفیق عارف — محمد یوسف

تخصصِ فقہِ اسلامی

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

نَقدُ و نظَر

ادارہ

تجلیاتِ سواتیؒ

مولانا محمد روح اللہ نقشبندی۔ صفحات: ۲۶۴۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: ادارہ نقشبندیہ، کراچی

زیرِ تبصرہ کتاب جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے سابق ناظم تعلیمات، محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ کے رفیق کار، سلسلہ قادریہ کی معروف روحانی شخصیت، شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل محمد سواتی نور اللہ مرقدہٗ کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ایک ایمان افروز تذکرہ ہے۔ اس کتاب کو آٹھ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے: پہلا باب: - ابتدائی حالات۔ دوسرا باب: - حضرت شیخ سواتیؒ کے ایمان افروز واقعات۔ تیسرا باب: - کشف و کرامات۔ چوتھا باب: - تبلیغی جماعت سے وابستگی اور محبت۔ پانچواں باب: - ارشادات و ملفوظات۔ چھٹا باب: - عربی قصائد اور اُردو اشعار۔ ساتواں باب: - مکاتیب شریفہ۔ آٹھواں باب: - حضرت سواتیؒ کا سفرِ آخرت۔

کتاب کا کاغذ اعلیٰ ہے، جلد بھی اچھی ہے، لیکن پروف کی اغلاط کافی زیادہ ہیں، اور صفحات بھی کئی جگہ ڈبل آ گئے ہیں۔ اُمید ہے کہ اگلے ایڈیشن میں اس کمی کو دور کر دیا جائے گا۔

عسکری فقہی مسائل اور اُن کا حل

خطیب العسکر مولانا حکیم محمد عمر فاروق قریشی۔ صفحات: ۲۵۶۔ قیمت: ۲۸۰ روپے۔ ناشر: حنفی مجلس عمل پاکستان۔ ملنے کا پتہ: پاکستان کتاب گھر، ٹریفک چوک، جام پور، ضلع راجن پور، پنجاب

مؤلف موصوف دار العلوم کبیر والہ کے فاضل، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے متخصص، کئی بزرگوں سے مجاز اور صاحبِ قلم آدمی ہیں۔ یہ کتاب دراصل ان مسائل کے جوابات کا مجموعہ ہے، جو مختلف اوقات اور حالات میں بہادر افواج کے دین سے نسبت رکھنے والے نوجوانوں اور افسران نے آپ سے دریافت کیے۔ تمام مسائل کے جوابات فقہ حنفی کی روشنی میں مدلل انداز میں دیئے

گئے ہیں اور یہ مسائل طہارت اور نماز سے لے کر باب الحظر والاباحۃ تک اس کتاب میں موجود ہیں۔ عساکرِ اسلام اور افواجِ پاکستان سے وابستہ افراد کے لیے یہ کتاب نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہیں۔

چہل احادیث (مسائل نماز)

مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی۔ صفحات: ۱۴۴۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: خانقاہ امدادیہ، حضرو، اٹک۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی بنا پر کہ جو شخص میری اُمت کے دینی اُمور کے متعلق چالیس احادیث یاد کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے روز فقیہ اُٹھائے گا اور میں روزِ قیامت اس کی سفارش کروں گا۔ اس فضیلت کے حصول کے لیے کئی علمائے اُمت نے مختلف موضوعات کے متعلق ''اربعین'' جمع اور تالیف کی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے، جو نماز کے مسائل کے متعلق ''اربعین'' پر مشتمل ہے۔ اس مجموعہ میں مسائلِ نماز کے لیے حدیث کو بطور دلیل اور حدیث کی تشریح کے لیے علمائے اُمت کے اقوال کو بطور توضیح پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کے شروع میں امام ابوحنیفہؒ بطور محدث اور فقہ حنفی کا تعارف بھی لکھا گیا ہے۔ کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

تذکرہ علمائے ایبٹ آباد

پروفیسر حافظ بشیر حسین حامد۔ صفحات: ۱۱۷۔ قیمت: ۹۸۰ روپے۔ ناشر: دار الکتاب، یوسف مارکیٹ، غزنی اسٹریٹ، اردو بازار، لاہور

تاریخ نویسی کی ایک مستقل تاریخ ہے۔ بادشاہوں کی تاریخ، سیاست دانوں کی تاریخ، حکماء اور فقہاء کی تاریخ۔ اسی طرح ہر دور میں علمائے اُمت کی تواریخ بھی مرتب ہوتی آئی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب ایبٹ آباد کے علماء کی تاریخ ہے، جس میں ایبٹ آباد اور اس کے مضافات کا جغرافیہ، محلِ وقوع، مکاتب و مدارس اور کئی کتب کا تذکرہ بھی آ گیا ہے۔ تاریخی اور تحقیقی ذوق رکھنے والے احباب کے لیے یہ کتاب عمدہ راہنما ہے اور ہر لائبریری کی ضرورت بھی ہے۔

تین علمی مجلات [صریر خامہ، پرکھ، تحقیق] تعارف واشاریہ

محمد شاہد حنیف۔ صفحات: ۱۱۲۔ قیمت: ۳۰۰ روپے۔ ملنے کا پتہ: کتاب سرائے اردو بازار لاہور

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھائی محمد شاہد حنیف صاحب کو اشاریہ سازی میں موفق اور سباق بنایا ہے، جنہوں نے گزشتہ سالوں میں کئی رسائل وجرائد کے اشاریئے مرتب کر کے دنیائے تحقیق میں ایک روشن مثال قائم کی ہے۔ زیرِ نظر کتاب سندھ یونیورسٹی جام شورو کے شعبہ اردو کے تین جرائد ''صریر خامہ''،

''پرکھ'' اور ''تحقیق'' کا تعارف اور ساڑھے چھ سو مصنفین کے بارہ میں سو سے زائد مقالات ونگارشات کا ۲۷ موضوعات پر مشتمل شمارہ وار مجموعہ ہے۔ امید ہے احباب اس کی قدر افزائی فرمائیں گے۔

''تحقیق المقال فی رؤیۃ الھلال'' یعنی ''خیبر پختونخوا میں دو یا تین عیدیں کیوں؟''

مولانا مفتی مطیع الرحمٰن صاحب (صوابی)۔ صفحات: ۶۰۰۔ قیمت: درج نہیں۔ ملنے کا پتہ: جامع مسجد عمر بن خطابؓ، عبداللہ کالونی، دلہ زاک روڈ چوک، پشاور۔

ہمارے ملک میں رؤیت ہلال کا مسئلہ ایک اختلافی صورت اختیار کر گیا ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں مؤلف صاحب نے دونوں جانب سے ہونے والے اعتراض کو ذکر کر کے دونوں کا موقف پیش کیا ہے۔ خصوصاً اختلافِ مطالع کے معتبر ہونے اور نہ ہونے سے متعلق انتہائی مدلل انداز میں بحث کی ہے اور علمائے عرب اور پاک وہند کے فتاویٰ کی روشنی میں اسے بیان کیا ہے۔ کتاب اپنے موضوع کے حوالہ سے علمی ماخذ اور حوالہ جات کا دل کش مجموعہ ہے، جس میں خالص ایک فنی اور فقہی مسئلہ کو علمی حقائق اور ٹھوس دلائل کی روشنی میں نئے ادبی اسلوب میں ترتیب دیا ہے۔ کتاب کا کاغذ عمدہ ہے۔ طباعت دو رنگی ہے اور جلد بھی اعلیٰ ہے۔

نماز اور اُس کے ضروری مسائل

حافظ محمد اقبال رنگونی صاحب، مدیر ماہنامہ الہلال مانچسٹر۔ صفحات: ۳۶۸۔ قیمت: درج نہیں۔ ملنے کا پتہ: المنظر اپارٹمنٹ ۴۵۸، گارڈن ایسٹ، نزد لسبیلہ چوک، کراچی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے متعلق کئی روایات آئی ہیں، جن کی وجہ سے اُمت میں بظاہر نماز کے پڑھنے میں اختلاف نظر آتا ہے۔ پیشِ نظر کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ نماز کے وہ مسائل جنہیں غیر مقلد حضرات نے حق و باطل کا معرکہ بنا رکھا ہے، انہیں نہ صرف یہ کہ قرآن وسنت اور آثارِ صحابہؓ کی روشنی میں واضح کر دیا جائے، بلکہ غیر مقلد اکابرین کی تصریحات سے بھی یہ بات کھول دی جائے کہ جن لوگوں نے ان مسائل کو حق و باطل کا معرکہ بنا رکھا ہے، وہ کسی فتنہ سے کم نہیں اور یہ خطرناک کھیل ہے، جس سے اُمت میں اتحاد اور اُخوت ومحبت کی بجائے انتشار وافتراق پیدا ہوتا ہے۔

اس کتاب کے مؤلف اس کے علاوہ کئی اور معقول کتب کے بھی مصنف ومؤلف ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو تحریر اور بات کو سمجھانے کا عمدہ انداز ودیعت فرمایا ہے۔ کتاب کا کاغذ، طباعت اور جلد سب عمدہ اور اعلیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس محنت کو منظور ومقبول فرمائے۔ آمین

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....